جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ فروری ۱۹۸۷ء

مدیر: سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں ۴۰ روپے ★ بیرون ملک- بحری ڈاک ۶ پونڈ

فی پرچہ ۴ روپے ★ // ہوائی ڈاک ۱۰ پونڈ

فون نمبر ڈائرکٹ سسٹم

052317-340

341-342

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلامی انقلاب — الجہاد - الجہاد

جمعیۃ العلماء اسلام کو انقلاب انگیز پالیسی اپنانا ہوگی۔

جناب مدیر الحق مولانا سمیع الحق کے جمعیۃ العلماء اسلام کی نئی ذمہ داریوں اور نظامت علیا کے پیش نظر دار العلوم کے اساتذہ وطلبہ اور جمعیۃ طلباء اسلام اکوڑہ خٹک کے کارکنوں کا بھی ملک کے دیگر اضلاع کے جماعتی اکابر اور کارکنوں کی طرح دار العلوم میں انہیں استقبالیہ دینے کا اصرار تھا۔ مگر قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کا اپنے گھر میں ایسی تقریبات کو پسند نہ کرنے اور مسلسل مصروفیات جماعتی وتنظیمی اسفار، متحدہ شریعت محاذ اور سینٹ کے اجلاسوں میں شمولیت اس کے التواء کا باعث بنتے رہے۔ چنانچہ ۷ فروری کو حسن اتفاق سے حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری اور جمعیۃ کے دیگر مرکزی رہنماؤں کی دار العلوم تشریف آوری کے موقع کو غنیمت سمجھ کر جمعیۃ کے کارکن استقبالیہ تقریب کے انعقاد میں کامیاب ہوگئے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق مدظلہ نے صدارت کی دار العلوم کے مشائخ واساتذہ اور طلبہ کے علاوہ ضلع ہزارہ، مردان، پشاور ڈیرہ اسماعیل خان، بلوچستان اور پنجاب سے جمعیۃ علماء اسلام اور جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی رہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی دار الحدیث کا وسیع ہال اور سامنے کا برآمدہ کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ آخری خطاب قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق صاحب کا تھا، گھنٹہ بھر جاری رہا جو حالات حاضرہ ملک کی تازہ ترین سیاسی صورت حال، متحدہ شریعت محاذ، جمعیۃ علماء اسلام کے اغراض ومقاصد جماعتی موقف، وپالیسی نئے عزائم، شرعی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے اہل علم کی ذمہ داریاں اور سیاسی ترجیحات جیسے اہم موضوعات پر حاوی ہے۔ اس لحاظ سے قائد جمعیۃ کا یہ خطاب مغربی استعمار کے خلاف برسرپیکار اور نفاذ اسلام کی کوششوں میں منہمک تمام دینی قوتوں اور جماعتی کارکنوں کے لئے انتہائی فکر انگیز اور لائق توجہ ہے۔ لہٰذا ٹیپ ریکارڈر سے من وعن نقل کرکے افادہ عام کے پیش نظر نذر قارئین ہے۔

(عبد القیوم حقانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

العلماء ورثة الانبیاء - محترم علماء کرام، مشائخ عظام، حضرات اساتذہ اور عزیز طلبہ!

کافی دنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کی خواہش تھی اور ایک پروگرام کا ارادہ تھا کہ یہاں مجھے جمعیۃ علماء اسلام کی خدمت اور نئی ذمہ داریوں کے پیش نظر استقبالیہ دیں مگر میں نے اعذار پیش کئے اور ان سے عرض کیا کہ: یہ تو دارالعلوم، مادر علمی اور اس علمی گھرانے کی اپنی مسرت اور خوشی ہے۔ میں اس گھر کا اور حقانی برادری کا ایک فرد ہوں۔ ہم سب ایک گھر کے افراد ہیں جد واحد اور ایک مادر علمی کی اولاد ہیں۔ اور سب بھائی ہیں۔ اپنے ہی گھر میں مبارکبادیں اور استقبالیئے۔ میں اسے ایک شائستہ امر نہیں سمجھتا۔ یہ معاملہ تو وہی ہے جو متنبی نے کہا تھا کہ ؎

انما التهنئات للاكفاء — ولمن يتنبع من البعداء

وانا منك لا يهنّئ عضو — بالمسرات الى سائر الاعضاء

ترجمہ: بیشک مبارکبادیاں ہمسروں کیلئے ہیں اور اس شخص کے واسطے جو دور افتادوں میں سے نزدیک ہو — اور میں تو تجھی سے ہوں گویا تیرا ایک جزء ہوں اور ایک عضو بقیہ اعضاء کو خوشیوں کی مبارکباد نہیں دیتا ہے۔ وانا منکم ہم سب ایک جسم کے اعضاء اور جوارح ہیں۔ کوئی دل ہے۔ کوئی دماغ ہے، کوئی ہاتھ ہے کوئی پاؤں ہے کوئی کان اور کوئی آنکھ ہے۔ میں نے کہا اور بار بار کہا کہ دیکھو! ایک عضو دوسرے عضو کو مبارکباد پیش نہیں کرتا۔ یہ موقعہ مبارکباد کا نہیں، مبارکباد تو تب دی جاتی ہے۔ جب بے انتہاء مسرتوں اور خوشیوں سے انسان مالامال ہو کر کوئی سہولت اور راحت حاصل ہو۔ یہ خوشی کا مقام نہیں، عزیز طلبہ! میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ میرے ساتھ تعزیت کریں، ہمدردی کریں۔ ایک شخص جب ایک من بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور آپ اس پر بیس من بوجھ لادیں تو اس موقعہ پر اس کو مبارکباد نہیں دی جاتی بلکہ اس سے ہمدردی کی جاتی ہے۔ کانما ذبح بغیر سکین۔ ارشاد نبوی ہے۔ اب تو میری حالت یہی ہے کہ بغیر چھری کے ذبح کیا جا رہا ہوں۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ جب لاہور کے عظیم اجلاس میں اکابر نے جنرل سیکرٹری کیلئے میرا نام پیش کیا تو میں نے وہاں بھی اپنی مجبوریاں، معذرتیں اور واقعی اعذار بیان کر دئے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ میں اس عظیم منصب اور اہل حق کے قافلہ کی خدمت کیلئے خود کو اہل نہیں سمجھتا اس لئے کہ علم میں، عمل میں، شجاعت اور بہادری میں، ہر لحاظ سے میں ادنی ترین اور خود کو گنہگار انسان سمجھتا ہوں۔ جمعیۃ علماء اسلام تو کاروان حق کی ایسی مقدس جماعت اور ایسی برگزیدہ شخصیتوں کی جماعت ہے کہ اس جماعت کے کارکنوں کی جوتیوں میں بھی اگر کسی خوش نصیب کو جگہ مل جائے تو یہ اس کیلئے دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے، علاوہ ازیں دارالعلوم کی مصروفیات، شریعت محاذ کے مشاغل، پارلیمنٹ کے امور، علاقائی ضرورتیں، آپ شب و روز مجھے دیکھتے ہیں۔ میں اتنا بڑا بوجھ اور اتنی

بڑی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا تھا۔ مگر حضرت امیر مرکزیہ مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم نے حکم فرمایا، تو میں نے منت و سماجت اور عجز و انکسار سے اور رو رو کر درخواست کی کہ مجھے معاف رکھا جائے میں اس کا اہل نہیں مگر کسی بھی طریقہ سے میرا عذر منظور نہ ہوا تو میں سمجھ پایا کہ اب قہر درویش برجان درویش والی بات بن گئی ہے۔ اس میں اور اس ذمہ داری کے سونپ دئے جانے میں میرا ذاتی کوئی کمال نہیں، نہ میرے اندر صلاحیت ہے۔ اور نہ اس میں کوئی سیاست بازی ہے۔ نہ میری کسی سے ضد ہے۔ اور نہ کسی سے مقابلہ ہے۔ واللہ العظیم میں اس عہدہ کے قبول کرنے میں کسی سے کوئی مقابلہ نہیں کرنا چاہتا یہ سب فیصلے تقدیری ہیں۔ فیصلے خالق کائنات کی طرف سے ہوتے ہیں۔ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ ہر کام میں اس کے دسیوں مصالح اور لاکھوں حکمتیں ہوتی ہیں۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ الحمدللہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں بہت زیادہ قوی ہیں، اللہ پاک نے اس کی بنیادیں بھی گہری اور مضبوط رکھی ہیں۔ آپ کو علم ہے کہ آپ آج جس زمین پر بیٹھے ہیں دارالحدیث میں بیٹھے ہیں۔ اس زمین پر آج سے تقریباً پونے دو سو سال قبل اللہ کے راستے میں نفاذ اسلام کیلئے ایک عظیم اور مقدس خون بہایا گیا ہے۔ یعنی حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید اور ان کے مجاہد رجال سپاہ رفقاء نے یہاں اکوڑہ میں پڑاؤ کیا تھا اور قرین قیاس یہی ہے کہ یہاں دارالعلوم والی جگہ کے آس پاس سکھوں کے بڑے فوجی لشکر کا پڑاؤ تھا، اور جہاد سے مقابلہ کیا۔ ۱۰ ہزار مسلح سکھوں پر مجاہدین نے شب خون مارا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ میری تاریخی تتبع اور واقعاتی تحقیق یہ ہے کہ اکوڑہ خٹک کے اس جہاد سے پہلے پانچ سو سال تک صحیح اسلامی اور خالص جہاد عمل میں نہیں آیا تھا، مگر شہدائے بالاکوٹ نے خالص اسلامی جہاد و قربانی سنت نبوی اور شرائط کے مطابق یہاں سے جہاد شروع کر دیا۔

یہ جہاد خالص اسلامی اور شرعی جہاد تھا۔ امیر المؤمنین سید احمد شہید پہلے اسلام کی دعوت دیتے تھے پھر جزیہ ورنہ تلوار، پھر اس جہاد میں اسلام کی تمام شرائط مکمل تھیں۔ تو بہت سے افراد شہید ہوئے یہ اکوڑہ کی جنگ تھی اور یہاں دارالعلوم اور اس کے آس پاس کی زمین پر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ حضرت سید احمد شہید نے ۸۰ شہداء کے نام کی فہرست ہندوستان بھیجی جو صرف ہندوستانی تھے۔ اور اس رات میں شہید ہوئے تھے۔ سید احمد شہید اکوڑہ کی جنگ کو "لیلۃ الفرقان" سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ جنگ بدر اور اس کا منظر ان کے سامنے تھا وہ اس رات کو حق اور باطل کے درمیان امتیاز کی رات قرار دیتے تھے تو شہدائے بالاکوٹ نے اکوڑہ خٹک سے جس جہاد کا آغاز کیا تھا۔ الحمدللہ وہ ابھی تک جاری ہے۔ اس جنگ میں بڑے عظیم اور مقدس لوگوں کا خون بہا ہے۔ اکوڑہ کو جو خدا تعالیٰ نے دارالعلوم حقانیہ کیلئے منتخب کیا

اس میں بھی یہی راز ہو سکتا ہے ۔ بڑے شہروں ، آبادیوں ، مراکز اور سرسبز و شاداب علاقوں کو چھوڑ کر اکوڑہ کی بنجر اور پتھریلی زمین کو منتخب کیا گیا ۔ یہ دراصل ان شہداء کا خون رنگ لایا ، ان کی نسبتیں قوی تھیں ان میں ایسے نوجوان بھی تھے کہ ایک نوجوان سخت بخار کی حالت میں حاضر ہوا ، بخار کی شدت سے لرز رہا تھا ۔ اور عرض کیا : امیر المومنین ! میرا نام آپ نے شہداء کی فہرست سے کیوں خارج کر دیا ہے ۔ امیر المومنین نے فرمایا تجھے بخار ہے ، تم سخت مریض ہو اور دریا سے پار ہونا ہے ۔ رات کی تاریکی کا سخت مرحلہ ہے ۔ اس نوجوان نے عرض کیا حضرت ! یہ تو جنگ اور جہاد کا آغاز ہے ۔ پہلی لڑائی ہے تو خدا کی راہ میں شہید ہونا چاہتا ہوں ۔ یہ ابتداء ہے تو اس جہاد میں سابقین کی فضیلت سے خود کو محروم کرنے کیلئے تیار نہیں ۔

اور آج جہاد افغانستان کا بھی دارالعلوم حقانیہ سے ایک بڑا تعلق اور قوی نسبت ہے ، اللہ پاک نے دارالعلوم حقانیہ کو مرکز علم بنایا ۔ پھر یہاں کے اساتذہ ، طلباء اور مدرسین اور فضلاء آج افغانستان کے میدان کارزار میں روس جیسی عظیم اور درندہ صفت طاقت کے ساتھ صف اول میں نبرد آزما ہیں برسرپیکار ہیں ۔ بہرحال میں عرض کر رہا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی نسبتیں ہیں ۔ تو میری بھی اپنی ذاتی کوئی اہلیت نہیں ، کوئی کمال اور صلاحیت نہیں ، البتہ مجھے دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ اس کے ایک فرد اور خادم ہونے کی نسبت ہے ۔ امیر مرکزیہ حضرت درخواستی دامت برکاتہم نے بھی اپنی تقریر میں حقانیہ کی ان نسبتوں کا تذکرہ فرمایا ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ، دارالعلوم حقانیہ اور جہاد افغانستان کا تذکرہ فرمایا ۔ کہ فضلائے حقانیہ روس جیسی عظیم اور سپر پاور اور ایک بڑی طاقت سے لڑ رہے ہیں ، تو میں بھی آپ کی مادر علمی کا ایک ادنیٰ فرد ہوں اور آپ حضرات ہمہ مادر علمی کے فضلاء اور طلبہ ہیں سب میرے بھائی ہیں ۔ اس موقع پر بجائے مسرت کے آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ پرخلوص دعاؤں سے میری مدد فرمائیں ہمدردی کریں ، اور ہمارے اکابر اور جمعیۃ العلماء اسلام اس وقت جو جنگ لڑ رہے ہے ۔ لازمی ہے کہ تم لوگ صف اول میں آکر مجاہدانہ کردار ادا کرو ۔ اگر گھر کے افراد پیچھے رہ جائیں اہل علم پیچھے رہ جائیں تو دنیا ان کو بری نظر سے دیکھتی ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو ! یہ بھی اس گھر کا فرد ہے ، اہل علم سے تعلق ہے ، دارالعلوم دیوبند یا دارالعلوم حقانیہ کا فاضل ہے ، جمعیۃ سے وابستہ ہے مگر پھر بھی دین اور غلبہ اسلام کا کام نہیں کر رہا ۔ تو یہ عیب کی بات ہے ۔ نازیبا اور ناشائستہ کام ہے ۔

بہرحال مجھے خوشی ہے کہ آپ حضرات اور اہل علم اور جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص کارکن اپنی ذمہ داری محسوس کر رہے ہیں آپ نے میرے حوصلے بلند کر دئے ۔ میں اس پر آپ سب کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ حضرات نے میری پشت پناہی فرمائی ۔ میں قائد یا لیڈر نہیں ، میں تو آپ کا خادم ہوں ۔ ایک ادنیٰ سپاہی ہوں ۔

اب ہمارے سامنے ایک بڑا اور عظیم مرحلہ اور ایک چیلنج درپیش ہے۔ لوگ سیاست کا نام لیتے ہیں ہر طرف سے سیاست، سیاست کی آوازیں آرہی ہیں۔ محترم دوستو! یہ سیاست ایک عارضی چیز ہے۔ مروّجہ سیاست، مغربی جمہوریت، الیکشن، پارٹیاں، حکومتیں اور چہرے بدلنا، ایک کو بٹھانا دوسرے کو اتارنا، پھر چند روز بعد اسکو اتارنا تیسرے کو بٹھانا۔ یہ سب مروجہ سیاست کے طریقے ہیں۔ مگر ہماری جدوجہد اور جمعیۃ علماء اسلام کے مقاصد اس قدر کمزور اور پست نہیں ہیں، سطحی اور بے روح نہیں، میرے نزدیک اس حقیر مقصد کیلئے، اور ایسی بے مقصد سیاست کیلئے بخاری شریف، ترمذی شریف اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کا مسند جلیل چھوڑ کر محض سیاست میں لگا رہنا حرام ہے یہ کام تو دنیا پرستوں اور اقتدار پرستوں اور مفاد پرستوں کا مطمح نظر ہے۔ البتہ ہمارے سامنے ایک عظیم مقصد ہے وہ یہ ہے کہ ہماری عظیم قربانیاں، ہمارے اسلاف کی بے نظیر مساعی، سید احمد شہیدؒ کا عظیم جہاد اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا خون شہادت تاحال وہ بار آور نہیں ہوا اس کے اصل مقصدی نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔

امام انقلاب شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے جدوجہد جس غرض کیلئے شروع فرمائی تھی۔ اس منزل تک ابھی تک ہم نہیں پہنچ سکے۔ شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مسلسل مساعی، کوششیں اور انتھک مجاہدے اور بے مثال قربانیاں صرف اور صرف اس لئے تھیں کہ اس ملک سے انگریز کا لعنتی نظام باہر پھینک دیا جائے۔ میرا یقین ہے۔ اور آپ سب میرے ساتھ اس بات پر متفق ہوں گے کہ ابھی تک ہمیں پاکستان بن جانے کے باوجود بھی حقیقی آزادی نہیں ملی۔ جب ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم آزاد ہو تو یہ دھوکہ دیا جاتا ہے۔ حکومت فوجی ہو، صدارتی ہو، پارلیمانی ہو، میرے لئے کوئی ایک بھی حقیقی آزادی ہمیں نہ دے سکی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اکابر کی جنگ آزادی کے مقاصد اور اصل نتائج ابھی تک حاصل نہیں ہوئے۔

ہمارے ساتھ فراڈ ہوا ہے، سازش ہوئی ہے۔ اور جنگ آزادی ہم نے لڑی مگر ہمیں غلام رکھ کر بھی کہا جا رہا ہے کہ تمہیں آزادی مل گئی۔ مگر میرا یہ نظریہ ہے کہ ابھی تک ہم قطعاً آزاد نہیں ہیں۔ انگریز نے جاتے جاتے ہم سے ایسی چال چلی کہ اس نے اپنی ذریت کے ہاتھوں سارے کلیدی مناصب، سارا نظام، ساری عدالتیں اور اجتماعی نظام تھما دیا۔ آج اگر افغانستان میں خلقی اور پرچمی بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ کوئی افغانی نہیں بلکہ درحقیقت یہ روس کے آلہ کار ہیں خلقیوں اور پرچمیوں کی شکل میں وہاں روس حکمرانی کر رہا ہے اسی طرح ہم بھی بیوروکریسی اور انگریز کی وفادار اولاد کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور ہم غلام ہیں ہمیں حقیقی آزادی تاحال میسر نہیں ہم پر اب بھی گویا انگریز حکومت کر رہا ہے میں جگہ جگہ یہی بات کہتا ہوں لوگ کہتے ہیں تم بغاوت کر رہے ہو تم خروج کر رہے ہو میں اکابرین کے سامنے کھڑا ہوں، علماء بیٹھے ہیں شاید میری غلطی ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اس ملک کو حقیقی طور پر دارالاسلام نہیں کہہ سکتا

کیونکہ دارالحرب کہلانے کے دو بنیادی وجوہات تھے ایک تو انگریز کے ظالمانہ نظام کا شکنجہ تھا۔ سید احمد شہیدؒ نے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی اس کا ذکر کیا تھا۔ سید احمد شہیدؒ کے مکتوبات میں مسلسل یہ لکھا ہے کہ میرا اصل مقصد انگریز ہے کہ اس کو ہندوستان سے نکالنا ہے اور یہ اس لئے کہ انگریز نے کتاب وسنت، فقہ حنفی اور نظام شریعت سے ہمیں محروم کردیا ہے تو چالیس سال قبل ہمیں برائے نام آزادی دی گئی ہے اور کہا گیا کہ اب آزادی کی خوشیاں مناؤ لیکن کام وہی ہو رہا ہے جو انگریز کے دور میں ہوتا رہا ہے۔ بلکہ بعض تو ایسے قبیح کام ہو رہے ہیں کہ انگریز کو بھی ان کی جرأت نہ ہو سکی۔ یہاں سب انگریزوں کے ایجنٹوں کا تسلط ہے سفید انگریز کی جگہ کالا انگریز حکمرانی کر رہا ہے۔

میری ساری جدوجہد اور جہاد اور موجودہ سیاست کا مطمح نظر محض جمہوریت اور محض انقلاب اور محض چہروں کی تبدیلی نہیں۔ ہمیں تو ہر دور میں ہر زمانے میں خواہ سیاسی فضا موافق ہو یا مخالف جنگ لڑنی ہے۔ مجھے تو مارشل لار کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے جمہوریت کے دور میں بھی جنگ لڑنی ہے۔ آمریت اور حصول اقتدار اور مغربی جمہوریت سارے حیلے حوالے اپنے کو دھوکہ دینا ہے اپنی لیڈری اور سیاست چمکانی ہے کرسی لینی ہے۔ لیکن اس طور وطریقہ سے نظام شریعت کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ ہمیں نظام شریعت کے لئے ایک عظیم جنگ لڑنی پڑے گی۔ خونی جنگ لڑنی پڑے گی۔ اپنے بازوؤں پر انحصار کرنا ہوگا۔ ہمیں دائیں بائیں اور یمین ویسار سے ہٹ کر سوچنا ہوگا کہ ہم حزب اللہ ہیں یا نہیں اگر حزب اللہ ہیں تو حزب الشیاطین کے ساتھ کوئی میل جول، کوئی مداہنت اور کوئی توقع وامید نہیں رکھنی ہوگی۔ اکیلے صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی مدد ونصرت پر بھروسہ کرکے آگے بڑھنا ہوگا۔ ڈٹ کر لڑنا ہوگا جہاد کرنا ہوگا۔

اصل چیز انگریزی نظام سے ٹکر لینے کی ہے یہی ہمارا مطمح نظر ہے یہی ہماری پالیسی ہے ہم نے چالیس سال گنوا دئیے ہیں۔ سیاست کے چکروں میں پڑے رہے واللہ العظیم اگر ہم دو سو سال اور بھی اس طرح کی سیاست کے چکروں میں پڑے رہے تو کبھی پیپلز پارٹی آئے گی، کبھی مسلم لیگ آئے گی۔ کبھی نیشنل عوامی پارٹی آئے گی۔ کبھی ایک اسمبلی بنے گی کبھی دوسری۔ مگر یاد رہے گدھا وہی ہوگا صرف اس کا لبادہ اور پالان بدلتا رہے گا۔ مگر خالص اور مکمل نظام شریعت نافذ نہیں ہو سکے گا۔ ہلڑ بازی کے ان مروجہ طریقوں سے ہم اسلام حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ ہم منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ اور نہ اس طرح اسلامی انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

دوستو! اب ہم سب کا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ ثانوی طریقے ہیں اگر ان سے کچھ فائدہ حاصل ہے تو بقدر ضرورت استعمال کرلیں گے۔ مگر یہ دین نہیں، مقصود نہیں۔ اصل غرض جمعیت علمار اسلام کی جدوجہد اور شریعت محاذ کے اتحاد کی یہ ہونی چاہئے کہ ہمیں انقلابی خطوط پر ایک پروگرام مرتب کرنا ہوگا اور اللہ مدد کر سکتا ہے۔ اللہ نے اپنے بندوں کی ہر دور میں مدد کی ہے اس کی نصرتیں مخلص بندوں کا استقبال کرتی

ہیں۔ اگر ہم نے نظام سے ٹکر نہ لی اور خالص اسلامی نظام کو مطمح نظر نہ بنایا تو حضرت شیخ الہند کی روح تڑپتی رہے گی۔ شیخ الاسلام والمسلمین مولانا حسین احمد مدنی کی روح بے قرار رہے گی۔ شہدائے بالاکوٹ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی روحیں بے چین رہیں گی۔ کہ آزادی کے لئے ان کی قربانیاں تا حال ٹھکانے نہیں لگ سکیں۔ غیر ملکی سامراجی نظام کو اپنے سروں سے ہم تا حال ہٹا نہ سکے۔

آخر جب انگریز کی سیاست یہاں کارفرما ہے ہائیکورٹ میں آج بھی جج یہ فیصلہ دیتا ہے کہ رقص و سرود قانوناً جائز ہے اور پولیس کو مداخلت کا کوئی حق نہیں۔ میں نے پرسوں یہ مسئلہ سینیٹ میں اٹھایا تھا اور عجیب حالت ہے قوم کے سامنے صحیح واقعات نہیں آرہے کہ ہم وہاں ہر ہر لمحہ کیا کرتے ہیں۔ مفاد پرست سیاستدانوں نے آپ کے سامنے سیاہ اور دھندلی تصویریں رکھ دی ہیں۔ علماء حق اور اسلام کے سپاہیوں کی کردار کشی کی جارہی ہے۔ الحمد للہ! کہ ہم نے ایک روز بھی پارلیمنٹ کو اعلاء کلمۃ الحق سے خالی نہیں چھوڑا ۔ تو میں نے کہا، ایوان میں کہا کہ عدالت کے اس فیصلے پر ہم لعنت بھیجتے ہیں جس میں رقص و سرود کے جواز کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قرآن و سنت اور حدود اللہ کی پائمالی کا حق کسی جج اور دنیا کی کسی بھی عدالت کو حاصل نہیں۔ میں نے پارلیمنٹ میں حکومت پر واضح کیا کہ تمہارا اسلامائیزیشن (نفاذ اسلام کی کوششیں) تو اب چکلوں میں پہنچ کر رقص و سرود کی اجازتیں دے رہا ہے اور قانونی جواز مہیا کر رہا ہے۔ تو اس پر سینیٹ کے چیئرمین نے مجھ سے کہا۔ مولانا! آپ نے موسیقی نہیں سنی اس میں بڑا لطف ہے۔ روح کی غذا ہے۔ اخبارات میں اس کی کچھ جھلکیاں آگئی ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ موجودہ حکومت نے تو گھر گھر کو میوزک سنٹر بنا دیا ہے تم نے وی سی آر اور ڈیو کیسٹوں کو بجٹ میں آزاد کر دیا ہے۔ اب قوم کو کوٹھے پہ جانے اور موسیقی سننے کی تکلیف کیوں دیتے ہو۔

تو محترم دوستو! تو میں عرض کر رہا تھا کہ ایسے حالات میں اور ایسے نظام کے ساتھ ہم لڑ رہے ہیں اور شریعت بل کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اس لئے تو ہم عدالت کو پابند کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی عدالت اور کوئی جج قرآن و سنت کے خلاف فیصلہ نہ کر سکے۔ اس کے بغیر ملک میں کوئی صحیح اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔

اس پر چیئرمین صاحب پھر کہہ اٹھے کہ شریعت بل کی طرف نہ آیئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب لاہور کے جج نے فیصلہ دیا کہ ہیرا منڈی (چکلوں کے بازار) میں آپ آزادانہ جا سکتے ہیں یہ اس کا اپنا فیصلہ نہیں تھا بلکہ اس کا فیصلہ پاکستان کے رائج انگریزی قانون کا فیصلہ تھا اور جج مجبور رہے کہ قانون کے مطابق فیصلہ کرے اس کے سامنے آئین موجود ہے وہ مجبور رہے کہ اس آئین کی پابندی کرے۔ قانون میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ تو جب تک سارے قانون اور پورے مغربی نظام کے خلاف ہم جنگ نہیں لڑیں گے اس وقت تک ہم منفعت تک نہیں پہنچ سکتے۔ کہتے ہیں قانون کی بات نہ کرو۔ شریعت بل کی بات نہ کرو۔ الیکشن کراؤ اور پر اسنے

کھلاڑیوں کے لئے اقتدار کی راہیں ہموار کرو۔ ولی خان کے لئے، بزنجو کے لئے، پیپلز پارٹی کے لئے، اصغر خان کے لئے الیکشن سے تو یہی لوگ آئیں گے یا پھر مسلم لیگ آئے گی۔ لوگ وہی آئیں گے جو کل تھے اور آج ہیں صرف چہرے بدلیں گے نظام وہی رہے گا۔ جسے ۴۰ سال سے تحفظ دیا جا رہا ہے۔ یہ مفاد پرستوں کا ٹولہ ہے جو کبھی مسلم لیگ کی شکل میں کبھی پیپلز پارٹی کی شکل میں، کبھی نیشنل عوامی پارٹی کی شکل میں قوم پر مسلط رہتے ہیں۔ پارٹیاں ہزار بدلیں اسمبلیاں قائم ہوتی رہیں لیکن اصل نظام ان ہی کل پرزوں کے ہاتھوں میں ہے۔ جو اسلام کے بجائے مغربی نظام کے وفادار ہیں یعنی بیوروکریٹس، جو کلیدی اسامیوں پر فائز ہیں، مغربی ذہن رکھنے والے وکلاء، جج اور بے دین سیاستدان۔ یہ سب آپس میں لڑتے ہیں۔ بظاہر مختلف رہتے ہیں لیکن دین کے بارے میں سب تمہارے خلاف متحد اور متفق ہیں لادینیت پر سب کا اتفاق ہے ایم آر ڈی کی تمام پارٹیاں اور جنرل ضیاء، اور مسٹر جونیجو کے تمام وزراء بالخصوص وزیر قانون، وہ آپ کے دین کو، وہ اسلام کے جامع نظام کو ملا ازم سمجھتے ہیں۔ اسے وہ دقیانوسیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کے ذریعہ علماء ہم کو پرانے دور میں لے جا رہے ہیں۔ وہ ہمیں جاہل کہتے ہیں اور ہماری شریعت بل کی جدوجہد کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہم اس کی منظوری و نفاذ کا مطالبہ کر کے ملک میں بحران پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور تھیاکریسی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

میرے عزیز ساتھیو! تم نئے حالات سے واقف نہیں تمہیں ان سے واسطہ نہیں پڑا میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے۔ اندر باہر سے دیکھا ہے۔ ان سب کا اندر، ان سب کا ضمیر اور سب کے ذہن اسلام کے اور تمہاری مساعی نفاذ اسلام کے خلاف ہے ـــ جب اسلام کی مخالفت کر رہے ہیں جب سب اسے ملا ازم سمجھ رہے ہیں تو پھر ہمیں کیا پڑی ہے کہ کبھی ایک کے پیچھے دوڑیں کبھی دوسرے کے پیچھے، میں کسی ایک سے وابستگی کا قائل نہیں جب اپنی جماعت ہے جب اپنا موقف ہے جب اپنا نظریہ ہے تو ہم کیوں لادین قوتوں کے دست نگر بنیں میں ایسی کسی بھی مداہنت کا قائل نہیں۔ میں انشاء اللہ جمعیت علماء اسلام کو ایسے ہی انقلابی خطوط پر لے جانے کی کوشش کروں گا۔ میں اگر خدا نے چاہا اپنی اسلامی قوت، اپنی نظریاتی قوت اور خالص اپنی مذہبی قوت کو ایک مٹھی بنا کر، باطل سے ٹکراؤں گا میں جمعیت کو موجودہ دور کی مغربی لادین سیاست سے نکال کر خالص اسلامی سیاست کے خطوط پر چلاؤں گا۔ اور خالص اپنی قوتوں کو مستحکم کر کے آگے بڑھوں گا انشاء اللہ۔

آپ کہیں گے ایسا انقلاب " کیسے لاؤ گے "! ایسے خطوط کون سے ہیں تو میں عرض کرتا ہوں۔

جناب! افغان مجاہدین نے نہتے اور بے سروسامانی کی حالت میں کس طرح سات سال سے دنیا کی سب سے بڑی سپر پاور کو لوہے کے چنے چبوا کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے وہاں کون سے الیکشن ہو رہے ہیں۔ کونسی تحریکیں چل رہی ہیں۔ وہاں تو صرف اور صرف ایک ہی تحریک ہے کہ جان لڑا دو، شہادت ملے یا اسلام کی بالادستی ہو۔

وہاں کوئی ووٹ کا چکر نہیں بس چند سال قبل چند نوجوان اور اسلام کے جانباز سپاہی اٹھے سربکف ہو گئے سیاست مروجہ سے بے نیاز ہو کر خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے اپنے سے بڑی طاقت کے ساتھ ٹکرا گئے اور عظیم سپر پاور کی ذلت و رسوائی کا باعث بن گئے۔ آج روسی آٹے کی ناک رکھوانا چاہتا ہے کہ کسی طرح عزت سے نکل جائیں افغانستان سے۔

تو محترم سامعین! یہ چند ملّا تھے چند مجاہد تھے چند سرفروش تھے جنہوں نے انقلابی کردار ادا کیا اسلام آئے گا ایسے انقلابی طریقوں سے آئے گا مروجہ دور میں کسی سے معاہدہ، کسی سے توڑنا کسی سے جوڑنا اسلام کے لئے نہیں بلکہ محض سیاست کے لئے، محض حصول اقتدار کے لئے محض اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے، یہ سیاست برائے سیاست میرے نزدیک جائز نہیں۔

البتہ اسلام کے لئے، شریعت کے لئے اور نفاذِ شریعت کے لئے ہر فرد سے ہر جماعت سے، اتفاق اور اشتراک کار ضروری ہے جب ہدف صرف اور صرف اسلام ہو اور منشور خالص محمدی نظام ہو تو اس کے لئے ہم ہر ایک کو دعوت دیں گے۔ جو بھی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے لبیک کہیں گے۔ ہم اسے سینے سے لگائیں گے۔ اس مقصد کے لئے کوئی بھی آئے خواہ اس کا تعلق مسلم لیگ سے ہو، نیشنل سے ہو، پیپلز پارٹی سے ہو خواہ جماعت اسلامی سے ہو خواہ بریلوی ہو یا اہلحدیث ہو، خواہ وکیل ہو یا جج۔ جب وہ خالص نفاذِ شریعت کے جذبات سے معمور ہو کر ہماری تحریک میں شریک ہو گا تو ہم اس کو سر پر بٹھائیں گے اس کی عزت اور اکرام کریں گے۔

ہم اپنا نعرہ، اپنا منشور اور اپنی شریعت کو چھوڑ کر کسی کے پیچھے نہیں چلیں گے۔ ہماری جمعیت دوسروں کا ضمیمہ نہیں بنے گی۔ ہمارے کارکن دوسروں کا کندھا نہیں بنیں گے۔

ہم نے دیکھا کہ ایران میں انقلاب آیا میں اسے اسلامی انقلاب نہیں سمجھتا، میں اسے صیہونی انقلاب قرار دیتا ہوں۔ میں نے چار پانچ سال قبل اسے امریکی انقلاب کہا تھا تو مجھ سے میرے بعض دوست اس پر جھگڑنے لگے مگر آج بات نکھر کر سامنے آ گئی۔ امریکہ سے لڑائی یہ سب چکر تھا اور آج ہم نے دیکھا کہ ریگن کا سارا منصوبہ ظاہر ہو گیا معاہدے ظاہر ہو گئے اور امریکہ سے ایران کو اسرائیل کے ذریعہ اسلحہ کی ترسیل ہوتی رہی۔ دنیا بھر میں اب یہ بات ظاہر ہو گئی۔ کہ ایران یہودیوں کا ایجنٹ ہے۔ یہ ضمنی بات ہے۔ لیکن ایک تبدیلی آئی ہے انقلاب تو بہر حال ہے مگر انقلاب کے طریقوں سے آیا ہے۔ تو حضرات علماء کرام! آپ نے بھی اتحاد کی قوت سے، ایمان کی طاقت سے، خدا کی ذات پر بھروسہ کر کے۔ مروجہ سیاست سے بالاتر رہ کر خالص انقلابی طریقوں سے، ان ظالموں کو، ان جاگیرداروں اور وڈیروں کو، ان قومی مجرموں اور لٹیروں کو، غاصبوں کو، اور دین دشمنوں کو راستہ سے ہٹانا ہو گا۔ یہ روڑے دور کرنے ہوں گے۔ یہ کل پرزے ہٹانے ہوں گے۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے ان کو جانچا پرکھا اور

خوب ٹٹولا ہے اسلامی قوانین کے بارہ میں ان شبہات کے جوابات دئیے ہیں ان کو قائل کرایا ہے ان کا ہر خدشہ دور کیا ہے۔ ان کے غلط پروپیگنڈوں کا پردہ چاک کیا ہے لیکن انہوں نے پرنالہ وہیں رکھا جہاں پہلے تھا موجودہ نظام میں آپ اس طبقے کو نہیں ہٹا سکتے۔ اقتدار پر یہی لوگ قابض رہیں گے۔ آپ ۹۵ فیصد ہیں جو نفاذ اسلام چاہتے ہیں جو غلبۂ اسلام کے لئے تڑپ رہے ہیں مگر ۵ فیصدی اس کے لئے رکاوٹ ہیں آپ کی جنگ ۵ فی صدی سے ہوگی آپ کا مقابلہ اس ۵ فیصدی سے ہوگا جس میں بیوروکریٹس، سیاست دان اور کلیدی مناصب پر فائز عہدے دار بھی ہیں۔ یہ لوگ ملک کے سارے نظام اور تعلیمی و سیاسی نظام پر مسلط ہیں۔ پچھلے دنوں بلوچستان میں تعلیم کے بارے میں میٹنگ تھی تو ایک مرکزی سیکرٹری نے تجاویز مرتب کیں کہ پاکستان کے نصاب تعلیم سے اسلامیات، اردو اور مطالعہ پاکستان کو نکال دینا چاہیئے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ملک کا سیاسی اساس بھی نہ رہے جغرافیائی بھی نہ رہے اور نظریاتی اساس بھی ختم کر دیا جائے۔ یہ تو صرف ایک سیکرٹری کی مثال ہے۔ وزیر بدلتے ہیں سکرٹری بدستور رہتے ہیں۔ کل آپ کی حکومت آجائے تب بھی سکرٹری یہی رہیں گے۔ مولانا مفتی محمود کے زمانہ میں بھی یہی لوگ تھے۔ کل اگر جمعیت علماء اسلام کی حکومت بھی آجائے تب بھی سکرٹری یہی رہیں گے۔ کسی پارٹی کی حکومت ہو سکرٹری نہیں بدلیں گے۔ پالیسی بنانے والا طبقہ یہی ہوگا۔

○

محترم دوستو! پوری منصوبہ بندی اور گہرے فکر و تدبر کے ساتھ ہمیں سوچنا ہوگا اگر واقعۃً ملک میں اسلام لانا ہے اور اسلامی انقلاب برپا کرنے میں مخلص ہیں تو بے جان نعرہ بازی اور کھوکھلی سیاست کے بجائے ہمیں ایک منظم منصوبے اور ایک واضح لائحہ عمل متعین کرنا ہوگا۔ اللہ کی راہ میں جہاد یہی ہے اور خالص اسلامی جہاد اسے کہتے ہیں۔

اور الحمد للہ کہ ہم اس وقت ایک مقدس جہاد میں مصروف کار ہیں ہماری دو سو سالہ محنت اور جد و جہد کا خلاصہ اور ثمرہ یہی ہے کہ ہم اس ملک میں فوراً شریعت نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ اور بغیر کسی تاخیر کے ہر قسم کے لادینی اور انگریزی نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ میرے نزدیک نکتہ کل نظام والی بات ہے۔ یہی حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ تھا۔ یہ کوئی آسان بات نہیں شریعت بل کے خلاف آج جو طوفان اٹھا ہے معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نے بہت بڑا جرم کیا ہو ـــ ہم جب سینٹ میں گئے تو ہمارا سب سے پہلا اور سب سے بڑا فریضہ عند اللہ یہی تھا کہ ہم وہاں نفاذ شریعت کی بات کریں بحیثیت عالم ہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم وہاں نعرہ بلند کریں کہ اصل اسلام یہ ہے اور اسے فوراً نافذ کرو۔ نظام شریعت اور شریعت بل کے سامنے لانے میں بڑے روڑے اٹکائے گئے ارباب اقتدار کب چاہتے ہیں کہ یہاں اصل شریعت کے سامنے

آجانے سے ان کی سرکاری اور نشریاتی دعووں کی دھجیاں اڑیں مگر الحمد للہ کہ ہم نے صدر ضیاء الحق کی حکومت اور مسلم لیگ کو شریعت کے مقابلہ میں پرکاہ کی وقعت بھی نہیں دی اور ہم نے جاتے ہی پارلیمنٹ میں نظام اسلام کے لئے للکارا ہے۔ ہم نے چور کو گھر تک بھگانے کی ٹھانی ہے۔ ہم نے ہر مجلس میں ان کے نفاق کے پردے چاک کر دئے ہیں

آج لوگ اسٹیج پر کوئی بات کہہ کر حق گوئی کی تشہیر کراتے ہیں جلسے اور جلوسوں میں ہلڑ بازی کر کے حق کے نعرے لگواتے ہیں۔ یہ باتیں اپنی جگہ کتنی بھی اہم ہوں مگر تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان الجائر

جابر اور ظالم اور منافق سلاطین کے سامنے جا کر حق کہنا افضل جہاد ہے۔ الحمد للہ! آج ہمارا سر اونچا ہے میں نے کل پٹ ورکے جلسہ عام میں حکمرانوں کی منافقت کا اعلان کیا۔ میرے نزدیک یہ سب منافقوں کا ٹولہ ہے جو اقتدار پر مسلط ہو گیا ہے اور مجھے ایسا کہنے میں کوئی باک نہیں، کیونکہ میرے پاس کوئی پرمٹ نہیں ہے کوئی لائسنس نہیں ہے کوئی بنک بیلنس نہیں۔ میں نے اپنے ذاتی مفادات کے لئے کوئی درخواست ان کے سامنے نہیں رکھی میری نگاہ اور میرا ضمیر کبھی ان کے سامنے جھکا نہیں، الحمد للہ میں نے بھرے ایوان میں ان کی منافقت کو ہمیشہ للکارا ہے۔

اور الحمد للہ ایسے دور میں اللہ نے ہمیں کلمۃ الحق کا جہاد جاری رکھنے کی توفیق دی کہ جب حالات ہمارے لئے انتہائی مایوس کن تھے۔ ہمارے بزرگ جب اسمبلی میں کلمۃ الحق کہتے تھے تو آپ جیسے مخلص کارکن ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے، دعائیں دیتے تھے زندہ باد کے نعرے لگاتے اور پھولوں کے ہار پہناتے تھے ــــــــ مگر جب ہم نے ایوان کے اندر لڑائی شروع کی تو مروجہ سیاست کی ابتری اور سیاسی فضا کی ناہمواری کی رو میں اپنے بھی بہنے لگے۔ اندر حکومت نے ہمیں دبانا چاہا تو باہر لادین سیاستدانوں نے علی الاعلان شریعت بل مردہ باد کے نعرے لگوائے۔ مادر پدر آزاد خواتین کے جلوس نکلوائے۔ اور اپنے دوست بھی ہمارے خلاف اور شریعت بل کے خلاف وہی کچھ کہنے لگے جو لادین قوتیں کہلوانا چاہتی تھیں۔ اور انہوں نے بھی گالیاں دیں۔ کوئی ہمیں پھولوں کی سیج پیش کرنے والا نہیں تھا۔ زندہ باد کہنے والا نہیں تھا پرائے تو چھوڑو اپنے بھی گالیاں دینے اور پتھر مارنے سے نہیں چوکتے تھے۔ اندر ایوان میں بھی ہم نشانہ تضحیک و استہزاء بنے ہوئے تھے۔ تو یہ بڑا سخت اور نازک مرحلہ تھا۔ الحمد للہ کہ ہم نے پھر اس وقت یہ نہیں دیکھا کہ کون ہمیں زندہ باد کہتا ہے یا مردہ باد کہتا ہے۔ اور یاد رکھئے اگر آپ سب مل کر مجھے مردہ باد کہیں تو میرے عزم اور موقف میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اور جب آج آپ سب زندہ باد کہتے ہیں تو میرا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کہ میں اس کا اہل نہیں۔ مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ میں نے ایک راستہ درست سمجھا اپنے موقف کو خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے موافق پایا تو یقین بن گیا کہ زندگی کے آخری لمحات تک اس بت خانہ میں اذان

حق دیتا رہوں گا ے

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

میں نے مارشل لاء کے تاریک دور میں بھی الحمدللہ کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور حضرت مولانا مفتی محمود کے عظیم کردار کا تسلسل قائم رکھا اگر ہماری چار سالہ کوششیں نکال دی جائیں تو وہ تسلسل ٹوٹ جاتا۔

O

یہ عجیب فلسفہ ہے، کہ حکومت سے جھگڑا ہے لہذا نفاذ شریعت کی کوششیں بھی نہ کرو، کہتے ہیں مارشل لاء ہے اب اسلام کی جنگ مت لڑو، پارلیمانی حکومت آئے گی تب لڑیں گے۔ جب مارشل لاء رہتا، تو اب اسلام کی جنگ نہ لڑو کہ اس حکومت کو ہٹا کر جب بزنجو، ولی خان اور بے نظیر کی حکومت آئے گی تب اسلام کی جنگ لڑیں گے کہتے ہیں جمہوری حکومت ہے مگر غیر جماعتی بنیاد پر قائم ہوئی ہے۔ اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ پھر جب کل یہ حکومت چلی جائے اور خدا نہ کرے کہ اس کے بعد دوسرا مارشل لاء آجائے پھر کہیں گے اسلام کا نعرہ نہ لگاؤ، یہ عجیب سیاست ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اسلام اور قرآن اور اللہ کا پیغام ایک لمحہ کے لئے بھی کسی مولوی کو اور کسی مسلمان کو یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ اسلام کی جنگ چھوڑ دے۔ یہ عجیب سیاست ہے یہ عجیب جہاد ہے۔ بیس پچیس سال مارشل لاء اور سیاسی جماعتوں کے چکر میں پڑے رہو اس کے بعد جب موقع آئے گا اور جناب سیاسی لیڈر ولی خان اور بے نظیر صاحبہ انگوٹھا لگائے گی اور بزنجو جب دستخط کرے گا تب مولوی صاحب اسمبلی میں جاکر اسلام کا نعرہ لگائیں گے۔

جناب عالی! میں ایسی سیاست سے ہزار بار، بیزاری کا اعلان کرتا ہوں مجھے نہ تو ولی خان اور بے نظیر کو دعوت کی ضرورت ہے اور نہ ان سے اجازت کی ضرورت ہے نہ میں دین کی جدوجہد کے لئے ایم آر ڈی کے سیاستدانوں کا پابند ہوں، جمعیت علماء اسلام بے دین سیاستدانوں کو خوش رکھنے کے لئے ان کو ساتھ لے کر چلنے کی پالیسی کو ہرگز اسلامی پالیسی نہیں قرار دیتی۔

جناب! اسلامی سیاست جہاد ہے میدانِ کارزار ہے ہر دور اور ہر حالت میں کلمۃ الحق کی جنگ لڑنی ہوگی۔ یہاں کسی بھی لمحہ غفلت و سستی کی ضرورت نہیں یہ تو مکتب عشق ہے ے

مکتبِ عشق کا دیکھا یہ نرالا دستور

اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

یہ کیسا دور ہے اور کیا فلسفہ ہے۔ کہتے ہیں اسلام کی جنگ مارشل لاء کے دور میں لڑو تو ضیاء الحق مضبوط ہوتا ہے جونیجو کے زمانہ میں اسلام کی جنگ لڑو تو کہتے ہیں جونیجو مضبوط ہوتا ہے پھر کوئی دوسرا حکمران آئے گا تو اسلام کی

جنگ لڑو گے تو پھر وہ مضبوط ہوگا۔ پھر اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اسلام کی جنگ لڑنا ہی چھوڑ دو۔

مگر ہم نے ایسے باطل، فرسودہ اور بے ہودہ باتوں پر کوئی توجہ نہیں دینی۔ ہمارے سامنے اکابر کی تاریخ ہے کیا ہمارے اکابر کسی ایک لمحہ کے لئے اسلام کی جنگ لڑنے سے غفلت برتتے تھے چھٹی کرتے تھے ـــــ ایوب خان کے ایوان میں غیر جماعتی بنیاد پر اور نان سیاسی پارٹی کی بنیاد پر بی ڈی سسٹم کا الیکشن ہوا تھا۔ تو جناب اس وقت ہمارے رہنماؤں نے ایوان میں جاکر اسلام کی جنگ لڑی تھی اور وہ بھی عائلی قوانین کے لئے جو شریعت کا ایک جزیہ ہے مگر اس میں بھی کامیابی نہیں ہوئی۔ عائلی قوانین اب تک مسلط ہیں مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ جنگ ہم چھوڑ دیں اور یہیں مورچہ سے بھاگ جانا چاہیئے۔ اور اسمبلی چھوڑ کر نکل آنا چاہیئے۔ اور اب تو ہم پوری شریعت کا جھنڈا لے کر اٹھے ہوئے ہیں۔ ہم کیسے میدان چھوڑ دیں۔ چھوڑیں گے تو اقتدار والے میدان چھوڑیں گے۔ اگر شریعت نافذ کردیں گے تو آرام سے بیٹھے رہیں گے۔ ورنہ ہم آرام سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

اور اب یہ جنگ اندر اور باہر لڑی جارہی ہے۔ دیکھئے ابتداء میں ہم اکیلے تھے لیکن شریعت کا کاروان روانہ ہوا آج الحمدللہ خیبر سے کراچی تک شریعت کا غلغلہ ہے۔

کوئی سیاست کے لئے مر رہا ہے کوئی اقتدار کی جنگ لڑ رہا ہے۔ کوئی الیکشن کا مطالبہ کر رہا ہے کوئی صوبائی مختاری کا ریفی ہے۔ ہمارا نعرہ اور ہماری جنگ صرف اور صرف نفاذِ شریعت کے لئے ہے۔ کامیاب ہوئے تو فبہا نہ ہوئے تو آخرت کی کامرانی تو کہیں نہیں گئی۔

حضرات! آپ کی جنگ مقدس ہے پھر دیکھو ساری دینی قوتیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ سب شریعت بل پر متفق ہوگئی ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کو اپنا صدر منتخب کرلیا ہے قافلہ منظم ہوتا جارہا ہے اور کاروان آگے بڑھ رہا ہے۔

کل پشاور کے تاریخی جلسہ میں جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بڑے پتے کی بات کہی۔ انہوں نے کہا برصغیر کی تاریخ میں ۶۵ سال بعد ایسا موقعہ آیا کہ خالص دینی قوتیں، نفاذ شریعت کے لئے عملی جہاد کرنے پر متفق ہوگئی ہیں۔ اور یہ کہ ساری قیادت، علماء حق کے ہاتھ میں ہے کوئی اس میں بزنجو مینگل، جی ایم سید، پلیجو، ولی خان اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ نہیں ہیں۔ شریعت محاذ کی قیادت دل کے کھوٹوں اور منافقین کے ہاتھ میں نہیں علماء حق کے پاس ہے۔

شریعت محاذ کی مروجہ سیاست سے قطع نظر خالص دینِ اسلام کی اشاعت اور غلبۂ اسلام کی جنگ ہے اس میں کوئی سیاسی مقصد نہیں ـــــ اس سے قبل ۱۹۲۰ء میں ایسا ہوا تھا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ نے دہلی میں سارے علماء کو اکٹھا کیا۔ اس میں علماء دیوبند، علماء فرنگی محل، علماء بدایوں، علی گڑھ اور اہل حدیث۔ غرض تمام طبقوں سے تعلق رکھنے والے علماء جمع ہوئے اور شیخ الہند کی تحریک انقلاب کو متفقہ طور پر آگے بڑھانے کا لائحہ عمل طے ہوا۔ آج پینسٹھ سال بعد تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور حضرت شیخ الحدیث مولانا

عبدالحق صاحب مدظلہ کی دعوت اور قیادت میں جملہ مکاتب فکر کے علماء اکٹھے ہو کر نفاذ شریعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لائحہ عمل پر گامزن ہیں۔ یہ مقصد کے حقانیت کی دلیل ہے آج ہم کہہ سکتے ہیں

اُولٰئِکَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِہِمْ

اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

مجھے افسوس ہے کہ بات طویل ہو گئی میرا ارادہ تو صرف ایک دو منٹ کے لئے بات کرنا تھی۔ آج تو ہمارے ایک محترم معزز مہمان، اس لحاظ سے کہ وہ ہمارے مخدوم شیخ، استاذ، پیر شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے مسند عظیم کے جانشین ہیں۔ حضرت شیخ لاہوریؒ کا دارالعلوم حقانیہ سے ایک خصوصی تعلق اور شفقت تھی اس دارالحدیث کی افتتاح انہوں نے فرمائی تھی۔ حضرت لاہوری کو دارالعلوم حقانیہ سے ایک عشق تھا اور اپنے خطبوں میں چیلنج دیا کرتے تھے اس زمانہ میں دارالعلوم کے قیام کو بیس سال ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے او حکمرانو! اور سیاستدانو! تم نے ۲۵ سال میں ملک کے لئے ایسا کام نہیں کیا جو اکوڑہ خٹک کے ایک مولانا عبدالحق نے انجام دیا ہے اور یہ خدام الدین میں شائع ہوا ان کے پاس چندے آتے تو خفیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے پاس بھیجتے تھے۔ کہ انہیں دارالعلوم میں استعمال کرو۔ پھر حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور نے دارالعلوم حقانیہ کو اپنا قبلہ علم بنایا تھا۔ وہ جب بھی دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کرتے کہ :۔

خانہ کعبہ جس طرح میرے لئے قبلہ عبادت ہے تو دارالعلوم حقانیہ میرے لئے قبلہ علم ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا شیخ الحدیث دامت برکاتہم ان کے خاص اساتذہ میں سے تھے۔ انہوں نے دیوبند میں بالکل ابتدائی کتابیں خصوصیت کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے پڑھی تھیں۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور، حضرت مولانا اسعد مدنی۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب تین چار صاحبزادگان کو بزرگوں نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے حوالے کیا تھا۔ کہ ان کو خصوصیت کے ساتھ پڑھائیں۔ مولانا عبیداللہ انور فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان میں شیخ الحدیث مدظلہ میرے استاذ ہیں دارالعلوم حقانیہ میرا قبلۂ علم ہے۔

بہرحال دو تین نسلوں سے دارالعلوم حقانیہ اور شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ اور ہمارا تعلق بڑا قریبی رہا ہے اس خانوادہ کے گل سرسبد حضرت مولانا میاں محمد اجمل لاہوری کو دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے بزرگوں کی روایات کو تازہ کیا اور یہاں تشریف آوری کی زحمت اٹھائی۔ اب وہ آپ سے خطاب کریں گے۔ بہرحال ایسے مواقع بہت کم میسر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے آپ کا بہت وقت لیا ؎

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہل حق

پکتیا محاذ جہاد افغانستان کی رپورٹ

۳۰ دسمبر ۱۹۸۶ء حسب معمول حضرت اقدس شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی مجلس بابرکت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ آج قدرے تاخیر سے پہنچا تھا دارالعلوم کے بعض اساتذہ، طلبہ اور اضیاف کے ہجوم میں حضرت گھرے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا اور مصافحہ سے فارغ ہوا تو اچانک وزیرستان کے جناب مولانا نجم الدین فاضل حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت مدظلہ سے مصافحہ کیا۔ تعارف کے بعد پکتیا محاذِ افغانستان کے عظیم مجاہد، فاتح وغازی، دارالعلوم کے فاضل وسابق مدرس مولانا جلال الدین حقانی کا سلام اور خصوصی پیغام عرض کیا۔ اور محاذِ جنگ کی تازہ ترین رپورٹ پیش کی۔ محاذِ جنگ کا نام آیا تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اس مہمان کی طرف پوری طرح متوجہ ہوگئے۔ چہرۂ اقدس پر تجسس اور تفکر کے آثار ہویدا تھے۔ مہمان نے عرض کیا۔

حضرت مولانا جلال الدین حقانی نے سلام عرض کئے ہیں اور مجھے خصوصیت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کی ہے۔ اور کہا ہے کہ میں وہاں کی تازہ ترین صورتِ حال اور حالیہ کامرانی و غیبی نصرتِ خداوندی کی بشارت بھی آپ کی خدمت میں عرض کروں۔

خوست کے قریب منڈرہ کے مقام پر روسی دشمن فوجوں سے زبردست معرکہ ہوا۔ دشمن جدید اسلحہ سے لیس، ہر طرح مسلح اور تیار اور بڑی تعداد کے ساتھ مجاہدین پر حملہ آور ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل و عنایت مہربانی اور آپ حضرات کی خصوصی توجہ و دعا کے صدقے اللہ کریم نے مجاہدین کو مولانا جلال الدین کی قیادت میں استقامت اور پامردی سے نوازا۔

مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے دشمن نے زمین پر جگہ جگہ بارودی سرنگیں بچھا رکھی تھیں۔ ہمارے رفقاء بڑے محتاط مگر بڑی بے جگری اور شجاعت سے لڑتے رہے۔ دارالعلوم کے دیگر فضلاء بھی اس معرکہ میں مولانا جلال الدین کے ہمراہ تھے۔ مولانا دیندار حقانی، مولانا عبدالحلیم حقانی اور ان کے بعض رفقاء زخمی ہوئے اور انہیں پشاور

ہسپتال میں پہنچا دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالحلیم کا بھتیجا جو دارالعلوم کا فاضل ہے وہ بھی اس میدان کارزار میں سرگرم تھا اس لڑائی میں مجاہدین کے تین آدمی شہید اور چھ زخمی ہوئے۔ مگر مجاہدین نے دشمن کے ۱۵ فوجی جن میں افسر بھی ہیں جہنم رسید کر دیئے۔ ان کے نوے افراد قیدی بنائے گئے جن میں ان کے فوجی افسر بھی شامل ہیں۔ اس دفعہ مجاہدین نے ایسے مستحکم انداز سے مورچہ بندی کی تھی کہ دشمن کے ہوائی جہاز بھی وہاں سے نہیں گذر سکتے تھے۔ اس معرکہ میں دشمن کے دو جہاز بھی مار گرائے۔

مجاہدین کی فتح اور غلبہ و کامیابی کی خبر پر حضرت کو بے حد مسرت ہوئی۔ اور بڑے حسرت و ارمان سے ارشاد فرمایا۔

ایسے حالات سن کر مجھے مولانا احمد گل حقانی شہید اور مولانا فتح اللہ حقانی شہید کی یاد رلاتی ہے انہوں نے ساری زندگی ایک بڑی قوت سے جہاد کیا اور خود کو جہاد و قربانی کے لئے وقف کر دیا تھا۔ حضرت شیخ الحدیث کے دریافت کرنے پر افغان مجاہد نے عرض کیا۔ روسی قیدیوں کو گرفتار کر کے اب ہم اپنے مراکز میں ان سے کام لے رہے ہیں۔ مورچے بنواتے ہیں۔ لکڑیاں کٹواتے ہیں۔ زمین کی کھدائی کا کام لیتے ہیں۔

شیخ الحدیث مدظلہ دیر تک اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے اور ارشاد فرمایا۔ روس کے نام سے دنیا خائف تھی لوگ اسے ناقابل شکست طاقت سمجھ رہے تھے مگر الحمد للہ کہ مجاہدین کے مسلسل سات سالہ جہاد سے اس کا بھرم جاتا رہا۔ میں تکبراً نہیں کہہ رہا، اللہ غرور اور تکبر سے بچائے۔ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ نے احسان فرمایا کہ نہتے مہاجرین و مجاہدین کو استقامت و توفیق دی۔

بہرحال یہ ہم نہیں کہہ رہے، ہمارے فضلاء کا کارنامہ نہیں، افغان مجاہدین کا ذاتی کمال نہیں۔ خالص اللہ کا فضل و عطا اور احسان ہے۔

جب انسان یہ سمجھنے لگے کہ ہم کرتے ہیں، ہم کر رہے ہیں، ہم نے کیا ہے، ہم کریں گے، ہم بھی کچھ ہیں یا ان چیزوں کا خیال بھی دل میں آجائے تو بعض اوقات ایسی نسبتوں کے دعاوی اور زعم پر یہ نعمت چھین لی جاتی ہے اللہ تعالیٰ عزور و تکبر سے محفوظ رکھے۔

دارالعلوم دیوبند حنفیت کی حفاظت اور دفاع کا مضبوط قلعہ ہے

۳۱ جنوری ۸۷ء۔ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ترجمان "دارالعلوم" نے اپنی تازہ اشاعت جنوری ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں مؤتمر المصنفین کی تازہ اشاعت "دفاع امام ابوحنیفہ" پر تین صفحات کا گراں قدر تبصرہ لکھا۔ دفتر اہتمام میں حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے اس کا تذکرہ فرمایا تو آپ بے حد مسرور ہوئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بعد العصر دارالعلوم دیوبند کا پرچہ ساتھ لانا اور مجھے وہ تبصرہ سنا دینا

چنانچہ احقر حسب معمول حاضر خدمت ہوا۔

جب آپ مجلس میں حاضرین سے گفتگو سے فارغ ہوئے تو احقر نے عرض کیا۔

حضرت! حسب الحکم ماہنامہ دارالعلوم بھی ساتھ لایا ہوں۔ احقر نے جب مضمون سنا دیا تو حاضرین سے ارشاد فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند مادرِ علمی ہے۔ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند سے تبصرہ و تائید نیک فال اور بہت بڑی سعادت ہے وہاں کی فضائیں اور ہوائیں بھی قابلِ قدر ہیں۔ فرمایا، مبارک ہو، یہ بہت بڑا اعزاز اور بہت بڑی سند ہے جو اللہ پاک نے دفاع امام ابوحنیفہ کو بخش دی ہے۔ اور واقعہ بھی یہ ہے کہ برصغیر میں دین اسلام کی اشاعت اور خدمت میں ائمہ احناف کی فقہی کاوشوں کو بھی دخل ہے۔ ان ہی کی برکتوں سے اسلامی قوانین میں تسہیل اور آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔ پھر مرکز علم دارالعلوم دیوبند نے حنفیت کی زبردست خدمت کی ہے حدیث کی حفاظت کے ساتھ مسلک حنفیہ کی حفاظت کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ کتب حدیث کی شروح میں ہر حدیث کے تحت ائمہ احناف کے اقوال مذاہب اور ترجیحات کو مدلل اور مضبوط دلیل سے بیان کیا ہے۔

دفاع امام ابوحنیفہ پر ماہنامہ دارالعلوم کا تبصرہ ہم سب کے لئے ایک اعزاز ہے کہ وہاں کے مشائخ اکابر دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزند کو عزت و احترام اور محبت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دیوبند حنفیت کی حفاظت و دفاع کا مضبوط قلعہ ہے۔ اب جو ملک میں فقہ حنفی اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

الحمدللہ کہ دارالعلوم حقانیہ بھی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی طرح حنفیت کی حفاظت، خدمت، اشاعت اور نشر و ترویج میں حتی المقدور کوشاں ہے۔ دفاع امام ابوحنیفہ اس سلسلہ کی مبارک کڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے گا۔ یہ بھی اللہ ہی کا کرم اور انعام ہے کہ اس نے تمہیں اس کام کی سعادت مرحمت فرمائی۔

جب طمع لالچ اور خود غرضی آجاتی ہے تو برکات اٹھ جاتے ہیں

۸ر فروری ۱۹۸۷ء حسب معمول مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں حاضری ہوئی۔ دارالعلوم کے کئی ایک فضلاء جو مختلف اضلاع سے حاضر خدمت ہوئے تھے آپ سے مصروفِ گفتگو تھے۔ ہر ایک سے ان کے مشاغل، تعلیمی اور تدریسی خدمات، تبلیغی مساعی اور تصنیف و تالیف اور مطالعہ و تحقیق سے متعلق حالات سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرما رہے تھے۔ اس موقع پر ارشاد فرمایا۔ الحمدللہ کہ اللہ پاک نے بڑا کرم اور بڑا احسان فرمایا۔ ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء آج ملک و بیرونِ ملک مصروفِ خدمت دین ہیں۔ اللہ کریم نے دارالعلوم کے فضلاء کو مقبولیت اور کام کرنے کی بہترین صلاحیت سے نوازا ہے۔ اب جو آپ حضرات نے اپنے مشاغل اور دینی خدمات سے متعلق حالات اور کوائف سنائے یہ خالص اللہ ہی کا کرم ہے بلا استحقاق اپنی عنایتیں فرماتے ہیں۔ آج جہادِ افغانستان میں بھی اللہ کریم نے

فضلائے حقانیہ کو قائدانہ کردار کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔

دیکھو! یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ آپ حضرات لالچ نہیں کرتے جب طمع لالچ اور خودغرضی آجاتی ہے تو برکات اٹھ جاتے ہیں۔ اللہ کی مدد بند ہو جاتی ہے جب بھی دین کا کام کرو۔ تدریس اور تصنیف تابعیت کے مواقع میسر ہوں تبلیغ کا خدا موقعہ دے تو اپنی طرف سے حصول جاہ و منصب اور حصول مال و دولت کی تمنا تک دل میں نہ لاؤ۔ دیوبند کے اکابر اساتذہ اور ہمارے بزرگوں کا یہی وہ امتیاز ہے جس سے اللہ نے ان کو خصوصیت سے نوازا ہے دارالعلوم حقانیہ تو دیوبند ہی کا سلسلہ ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے فضلاء بھی اپنی آبائی اور اسلاف کی امانت کی حفاظت کرتے رہیں گے۔

دارالعلوم دیوبند میں احقر جس زمانہ میں تھا تو بیت المال میں رقم ختم ہوگئی۔ غالباً اساتذہ کو پانچ چھ ماہ تک تنخواہ نہ مل سکی مگر کسی کی جبین پر شکن تک نہ آئی جب مجھے دارالعلوم دیوبند میں خدمت تدریس کا موقعہ اپنے بزرگوں نے بخشا اور تنخواہ کی بات کی تو میں نے عرض کر دیا کہ مجھے تنخواہ سے کوئی سروکار نہیں تعلیم سے کام ہے وہاں تنخواہ کے اضافوں کی بات ہوا کرتی تھی مگر میں نے کبھی ایسی درخواست پر دستخط نہیں کئے تھے۔ خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا، سارے حالات سدھار دئے اب اللہ کا احسان ہے کہ دارالعلوم کو خدا نے مرکزیت اور مقبولیت عطا فرمائی ہے۔

البتہ میں نے ایک طریقہ اختیار کئے رکھا کہ دارالعلوم دیوبند کے زمانہ میں بھی اور اب بھی جب کبھی تنگدستی کے اور مالی کمزوری کے حالات پیش آتے ہیں تو جو کچھ پاس موجود ہوتا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خفیۃً دے دیتا ہوں۔ ابھی دن پورا نہیں گذرتا کہ اللہ پاک مدد فرما دیتے ہیں حاجتیں رفع ہو جاتی ہیں۔

دینی مدارس اور نصاب تعلیم اور طلبہ کا مقصد علم

مدارس کے نصاب کی بات چھیڑی تو ارشاد فرمایا۔ کہ ہماری کوئی سنتا نہیں میری تو اول و آخر یہی رائے ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کے بنیادی اور اصولی چیزوں کو نہ چھیڑا جائے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا قائل نہیں ہوں۔ اسی نصاب تعلیم نے امام رازی اور امام غزالی پیدا کئے ہیں۔ اسی نصاب تعلیم سے قاسم نانوتوی، شیخ الہند محمود حسن، شیخ العرب والعجم حسین احمد مدنی اور علامہ انور شاہ کشمیری پیدا ہوئے ہیں۔ درس نظامی کو مربوط کرنے کی ضرورت تو ہے لیکن موقوف کرنے کی اجازت نہیں۔ دینی مدارس کے فضلاء کو حکومتی سندات کی تحصیل کے لئے دوڑ دھوپ نہیں کرنی چاہئے۔ اپنے اندر کی صلاحیت اور قابلیت پر محنت کرنی چاہئے۔ جب اپنے اندر قابلیت اور لیاقت موجود ہو گی تو ہر جگہ ممتاز اور نمایاں رہیں گے

ارشاد فرمایا آج سندات کے گریڈ اور سکیل کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر ہمارے اکابر نے سندات کے گریڈ اور سکیل کی طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ ان کا معمول تھا کہ وہ حتی الوسع تنخواہ بھی نہیں لیتے تھے اور اگر

لیتے بھی تھے تو جو بچ جاتی اسے واپس مدرسہ میں داخل کر دیا کرتے تھے۔

تعلیم و تدریس میں اسلاف کا معمول | اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد فرمایا۔

اجرت علی التعلیم کے بارے میں بھی مختلف آراء منقول ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ جائز نہیں مگر بعد کے فقہا اور متاخرین نے اس میں توسیع کی ہے۔ اور اس کو جائز قرار دیا ہے۔ مگر جواز کے قائلین بھی بحسب ضرورت کی شرط لگاتے ہیں۔ اضطراب و اضطرار پر قیاس کرتے ہیں۔ بنگلے، موٹریں، کاریں، بلڈنگ اور دنیوی جاہ و منصب کے لئے اجرت علی التعلیم بھی جائز نہیں ہے۔ ہماری نظر بھی اسلاف پر ہونی چاہئے۔ امام ابوحنیفہ کے ارشاد پر عمل ہونا چاہئے۔ اور متاخرین کی رائے سے حسب ضرورت فائدہ اٹھانا چاہئے۔ علم بڑھ رہا ہے۔ مدارس کھل رہے ہیں۔ کتب خانے، کتابیں چھاپ رہے ہیں۔ چاہئے تھا کہ عمل اور توکل علی اللہ میں اضافہ ہوتا، مگر یہ کم ہو رہا ہے اور گھٹتا چلا جا رہا ہے۔ بہی خواہان ملت کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ سرکاری نصاب تعلیم اور آئے دن دینی مدارس میں مداخلت کا مقصد بھی یہی ہے کہ اہل علم میں توکل اور عمل کی روح ختم کر دی جائے۔ تو خدا کی مدد اور نصرت بند ہو جائے گی۔

اسی مجلس میں بوبی جیولرز پشاور صدر کے مالک حاجی عمر بخش صاحب۔ قاری عبدالرؤف، سعودی عرب کے مختار احمد صاحب اور ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بھی حاضر تھے۔ ان سے فرمایا آپ حضرات تو سمجھدار ہیں علم و مطالعہ کی راہ نجات کی راہ ہے جتنا علم حاصل ہو اس پر فوراً عمل شروع کر دینا چاہئے +

ڈاکٹر محمد مصطفےٰ الاعظمی استاذ حدیث ملک سعود یونیورسٹی ریاض
ترجمہ۔ حافظ محمد عمیر الصدیق دریابادی ندوی

پروفیسر شاخت اور حدیث نبویؐ

تمہید زمین پر انسان کا وجود، مرد و زن کے باہمی تعلقات کا رہین منت ہے۔ انسانی آبادی کی وسعت اور کثرت بھی اسی سے ہے۔ فطری طور سے ایک انسان تنہا زندگی گزار نہیں سکتا۔ اس روئے زمین پر جب تک زندگی کی رونق رہے گی۔ اس وقت تک فرد، خاندان، محدود طبقے اور ان محدود و مختصر طبقوں سے ترتیب پائے ہوئے بڑے بڑے معاشرے قائم رہیں گے اور یہ سب کرۂ ارض کی تعمیر میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے یہ اس لئے کہ انسان اپنی فطرت اور نشوونما کے لحاظ سے معاشرتی اور اجتماعی زندگی گذارنے کی صفت سے آراستہ ہے۔

معاشرہ میں انسان کو اپنی مادّی حاجتوں اور روحانی خواہشوں کو پورا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ جس قدر ممکن ہو اپنے لئے خیر اور نفع کو حاصل کرے۔ اسی لئے افراد کے درمیان مقابلہ اور تصادم کی صورتیں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس راہ میں جب انسان بے قید و بے پناہ ہوتا ہے تو پھر انتشار کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لئے فطری طور سے ہر معاشرہ کے لئے ایک ایسا نظام ناگزیر ہو جاتا ہے۔ جس میں رسوم و رواج اور قوانین و ضوابط کی کارفرمائی ہو اور پھر ان سب عوامل کے تحت زندگی گزاری جائے۔ قانون کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ وہ معاشرہ کی عمدہ قدروں کی روشنی میں، افراد کی زندگی کو منظم رکھے۔ تاکہ اجتماعی زندگی کا کارواں خوبی اور سلامتی کے ساتھ رواں دواں رہے۔

یہیں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب کسی معاشرہ کی اعلیٰ اخلاقی اور انسانی قدروں میں کوئی تغیر ہوتا ہے یا اس معاشرہ کے اجتماعی نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی آتی ہے تو پھر اس معاشرہ کے قانونی نظام میں بھی تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ ایسی مثالیں ان ممالک کی تاریخ میں صاف مل جاتی ہے۔ جو ایک نظام سے دوسرے نظام میں منتقل ہوتے ہیں۔ مثلاً سرمایہ دار ملک جب سوشلسٹ یا کمیونسٹ حکومتوں میں تبدیل ہوئے تو ان کے معاشرہ کے قانونی نظام میں بڑی تبدیلی آئی۔

بعثت نبویؐ کے وقت عرب کی حالت اسی طرح جب ہم چھٹی صدی عیسوی کے جزیرۂ عرب پر نظر ڈالتے ہیں کہ کعبہ، پہلا وہ گھر خدا کا۔ جسے صرف خدائے واحد کی پرستش کے لئے بنایا گیا تھا۔ وہ بتوں کی ایک خاصی

بڑی تعداد سے بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے کعبہ میں تقریباً ۳۶۰ بتوں کو دیکھا۔

مستشرق میور نے لکھا ہے کہ عربوں کے عقیدہ کی بنیاد خالص بت پرستی پر تھی اور ان کے اس عقیدہ میں کسی کمزوری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ اسی لئے ان کا یہ مضبوط عقیدہ مصر و شام کی تمام مسیحی تبلیغی کوششوں کا مقابلہ کرتا رہا ان کی تجارت میں سود کا معاملہ تھا۔ اور اجتماعی وحدت صرف قبیلہ کی صورت میں نظر آتی تھی۔ ان کی کوئی باضابطہ اور منظم حکومت نہیں تھی۔ اسی لئے حکومت اور ریاست کے پیمانہ پر فریادرسی اور انصاف طلبی کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ تنازعوں کے حل کی دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو انتقام لیا جائے یا پھر فریقین میں سے کوئی ایک کسی فیصلہ کو تسلیم کر لے[1]

ایسے صنم پرست ماحول میں اور ایسے معاشرہ میں جو کسی عادلانہ نظام یا قانون ساز ادارہ سے واقف نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دین کا داعی بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے دس برس تک مکہ کے سخت اور دشوار ترین حالات میں اسلام کی تبلیغ کی۔ یہاں یہ حقیقت بھی سامنے رہے کہ آپ کی بعثت سے قبل مکہ میں بعض عیسائی مبلغ موجود تھے۔ اور ایسے شعرا بھی تھے جو بتوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے لیکن ان مسیحی مبلغوں یا ان شاعروں کو بت پرستوں کی طرف سے کسی مقابلہ یا تصادم کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سخت مرحلے اور دشوار گزار منزلیں آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کی ہی راہوں میں کیوں آئے۔ اس کا واحد جواب یہ ہے کہ مشرکین کو یہ خوب معلوم تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار کے بعد زندگی کا رُخ کس سمت ہو جائے گا۔ ان کو یہ یقین تھا کہ یہ کلمہ محض ایک بے روح کلمہ نہیں ہے۔ ان کو یہ بھی احساس تھا کہ یہ ایسا کلمہ ہے جو خدا کے سامنے سپر اندازی بلکہ مکمل سپردگی کا طالب ہے۔ یہ عقل و جذبہ جسم اور روح، تجارت اور سیاست، قانون اور عبادت اور معاملہ اور فہم ہر چیز میں انسان سے مکمل سپردگی کا تقاضا کرتا ہے اور اسی کی جانب قرآن کی اس آیت میں اشارہ ہے کہ[2]

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام ۱۶۲-۱۶۳)	آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں پہلا ہوں۔

---

[1] لائف آف محمدؐ۔ میور ص ۸۲، ۸۳　[2] آیتوں کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بیان القرآن سے ماخوذ ہے

قرآن مجید نے اس حیثیت کو یہ کہہ کر اور زیادہ اہمیت دی کہ قانون اور اس کی بالادستی کا عمل صرف خدا کی ذات اور اس کے حقوق میں ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اعراف ۵۴)	بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا، چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند کو اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا۔ ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں

ایک جگہ اور فرمایا:-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (نحل ۱۱۶)	اور جن چیزوں کے بارے میں محض تمہارا جھوٹا زبانی دعوٰی ہے ان کی نسبت یوں مت کہہ دیا کرو کہ فلانی چیز حلال ہے اور فلانی چیز حرام ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگا دو گے بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پاویں گے۔

چنانچہ جب مدینہ میں مسلمانوں کی جماعت طاقتور بن کر سامنے آئی تو پھر قرآن کے عطا کردہ اسلامی عقیدہ کی بنیاد پر ایک اسلامی حکومت بھی وجود میں آگئی۔

اس نوخیز حکومت میں قانون کی عملداری صرف اللہ تعالیٰ کے لئے تھی۔ اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت دی کہ

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ	پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا، سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیے اور ان

الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ o (جاثیہ ۱۸) جہلا کی خواہشوں پر نہ چلئے

اسی لئے کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے لئے یا کسی دوسرے شخص کیلئے خود قانونسازی کرے کیونکہ قانونسازی یا تشریع صرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو یہ کہتے ہوئے قوتِ تشریع دی کہ :-

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ (اعراف ۱۵۷)

جو لوگ ایسے رسول امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔ اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے پیغمبر کی اطاعت فرض کی۔ قرآن مجید میں اس مضمون کی آیتیں بکثرت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا o (نساء ۵۹)

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو۔ اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر تم کسی امر میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف حوالہ کر لیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔

۲۔ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ o (مائدہ ۹۲)

اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو۔ اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔

۳۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا

اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے

اللّٰہ وَرَسُولَہٗ وَلَا تَوَلَّوا عَنۡہُ وَ اَنۡتُمۡ تَسۡمَعُونَ ۝ (انفال-۲۰) — رسول کا، اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو۔ اور تم سن لیتے ہی ہو۔

۴۔ مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ (نساء ۸) — جس شخص نے رسول کی اطاعت کی، اس نے خداتعالیٰ کی اطاعت کی۔

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوہُ وَمَا نَھٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَھُوا (حشر-۷) — اور رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو۔

قرآن و حدیث ہی مصدرِ شریعت ہیں

اس طرح مسلمانوں کے نزدیک یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ تشریع اور قانون سازی کا اساسی مرجع و مصدر، قرآن مجید اور سنّت رسول اللہ ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد مسلمانوں کا جاہلیت کے ہر عقیدہ اور ہر قول و عمل سے تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ اور ساری اسلامی دنیا کے لئے کتاب و سنّت ہی راہ نما قرار پاتی ہے۔ چنانچہ جب تک مسلمان ان دونوں سرچشموں سے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں فیض حاصل کرتے رہے۔ اس وقت تک وہ غالب اور طاقت ور رہے۔ صدیوں یہی صورت حال رہی اور جب ان دونوں بنیادی نقطوں سے ان کا انحراف بڑھا تو عالم اسلام میں فوجی کمزوری آئی۔ اور سیاسی زوال کے ساتھ اقتصادی فقر بڑھا۔ یہاں تک کہ عالم اسلام کا اکثر حصہ استعمار کے زیر تسلط آیا اور مسلمان شکست و ریخت کی ذلت و خواری سے دوچار ہوئے۔

بعض علاقوں میں مسلمانوں نے سامراجیوں کے اس غلبہ سے رہائی کی کوشش کی۔ جیسا کہ ہندوستان اور دوسرے اسلامی ممالک کی تاریخ سے ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے جہاد کے علم کو بلند کیا اور جان و مال کی قربانی دے کر اپنی سرخروئی کا سامان مہیا کر لیا۔

استشراق کا اصل مقصد

لیکن اس کشمکش کے نتیجہ میں استعمار نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں میں جہاد بالسیف کی روح جب تک اثر فرما رہے گی، اس وقت ان کا تسلط اور غلبہ مکمل نہیں ہو گا۔ اس نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے یہ بھی ضروری سمجھا کہ اسلامی معاشرہ کی امتیازی خوبیوں میں اسلامی معاشرہ کی امتیازی خوبیوں کو ہی ختم کر دیا جائے، ان امتیازی خوبیوں میں اسلام کا تشریعی، تعلیمی اور تربیتی نظام تھا۔ اسی لئے مغربی استعمار کی اولین کوشش اس بات کی رہی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو مہمل اور ناکارہ ثابت کرے۔ اور اس کے لئے اس کے قدیم مصادر و مآخذ میں شکوک و شبہات پیدا کرے۔ اور پھر ان کی افادی حیثیت پہ طنز و تعریض کا رویہ اختیار کرے۔ تاکہ مسلمانوں کو ان سے رجوع کا خیال ہی نہ آئے۔

قرآن مجید کے اکثر احکام، کلیات اور عمومیات کی قسم سے ہیں جن کی تشریح و تفسیر کا حق حاملِ قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جیسے نماز، اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ قرآن میں متعدد موقعوں پر اقامت صلوٰۃ کا حکم موجود ہے لیکن نماز کیسے پڑھی جائے اس کی تفصیل قرآن مجید میں نہیں ہے۔ یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ کہ آپؐ اپنے قول و فعل سے اقامت صلوٰۃ کے طریقوں کو بیان فرمائیں۔ اس طریقہ کار میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ سنت کی اہمیت واضح ہو اور اس طرح تشریع و قانون سازی میں اس کے مرتبہ و مقام کی تعین ہو سکے۔

چنانچہ مغرب کی استعماری قوموں نے سب سے پہلے یہ ضروری سمجھا کہ سنت و حدیث سے جنگ کی جائے کیونکہ مسلمانوں کو حدیث سے دور کر دینے کے بعد اور تشریع کے میدان میں اس کے مرتبہ و مقام میں شکوک پیدا کر دینے کی وجہ سے قرآن کریم سے مقابلہ کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔

منکرین حدیث کا وجود: استعمار کے اس کوشش کے نتیجہ میں ایک ایسا طبقہ ظہور میں آیا جس نے پہلے تو حدیث نبویؐ کے کسی ایک جزو کا انکار کیا۔ مثلاً وہ جہاد بالسیف کی حدیثوں کا منکر ہوا۔ اور بعد میں اس طبقہ نے پوری حدیث نبویؐ کا ہی انکار کر دیا۔

مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی اور چکڑالوی، ہندوستان میں اسی فکر کے نمائندے ہوئے جب کہ مصر میں توفیق صدقی نے بھی یہی دعویٰ کیا۔

حدیث نبویؐ پر طعن و تشکیک کے اس عمل میں اس "روشن خیال" اور فکری و روحانی شکست خوردہ اور مغربی تہذیب کے دلدادہ طبقہ کے ساتھ مغرب نے اپنے علماء استشراق کی مدد حاصل کی۔ ان مغربی مستشرقین کے لئے ہر قسم کی مادی آسائشیں فراہم کی گئیں تاکہ تلاش و جستجو کی ہر راہ ان کے لئے ہموار اور آسان ہو جائے۔ ساتھ ہی ان کے گرد تقدس کے ہالے بھی قائم کر دیئے گئے۔ حدیث نبویؐ پر حملہ کرنے والے یہ لوگ استعمار کی فوج کا اقدامی دستہ بن گئے۔ اس طرح اندرونی اور بیرونی دونوں محاذوں پر ایک جنگ چھیڑ دی گئی۔ اندرونی محاذ پر "شکست خوردہ لیکن روشن خیال" مسلمان تھے اور بیرون میں مستشرقین کا ایک ہراول دستہ تھا۔

مستشرقین کے اس ہراول دستہ کی پہلی صف میں دو حضرات ایسے ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ شریعت اسلامیہ کے مطالعہ اور تجزیہ میں صرف ہوا۔ ایک تو سناوک ہورخرونیہ[1] اور دوسرے گولڈ زیہر ان دونوں نے حدیث نبویؐ کے مرتبہ اور مقام اور تشریع کی بنیاد کو چیلنج کیا، تاہم وہ کوئی ایسا مربوط و منطقی اور جامع و مکمل نظریہ پیش کرنے سے قاصر رہے کہ جس کی بنیاد پر وہ حدیث اور اس کی تشریعی اہمیت کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ پر ضرب لگا سکیں

---

[1] نام میں عربی تلفظ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

شاخت کا مرتبہ | البتہ ایک اور مستشرق جنہوں نے اس سلسلہ میں نسبتاً زیادہ وسیع اور جدید نظریہ پیش کیا۔ وہ پروفیسر شاخت ہیں۔ جن کے بعض نظریات ہمارے اس مقالہ کا موضوع ہیں۔ شاخت نے اپنے نظریات کا محور فقہ اسلامی کو قرار دیا۔ اور اس لحاظ سے بلا شبہ پروفیسر شاخت کے مرتبہ تک نہ ان کا کوئی پیش رو پہنچ سکا اور نہ کسی ہم عصر کو دعوائے ہمسری کا یارا ہوا۔ شاخت نے اپنے نظریات کی تشریح اور تبلیغ کے لئے انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں کئی مقالات اور کتابیں لکھیں۔

ایک کتاب "انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا" کے نام سے مدون کی ان کی مشہور ترین کتابوں میں "اصول شریعت محمدی" (اوریجنز آف محمڈن جورس پروڈنس) ہے جس نے مغرب کی علمی دنیا میں غیر معمولی قبولیت اور عزت حاصل کی۔ اس کے متعلق پروفیسر گب نے لکھا ہے۔ کہ "اسلامی تہذیب اور تشریح کے مطالعہ کے لئے یہ کتاب کم از کم مغرب میں ایک بنیادی کتاب ہو گی"۔[1]

لندن یونیورسٹی میں فقہ اسلامی کے پروفیسر کولسن کی اس کتاب کی تعریف میں یہ کہا کہ "شاخت نے شریعت کے اصولوں سے متعلق ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو اپنے وسیع دائرہ میں کسی غلطی کو قبول نہیں کرتا"۔

پروفیسر شاخت کے ان نظریات نے تقریباً سارے مستشرقین کو متاثر کیا۔ ان میں پروفیسر اینڈرسن۔ رابس فیس جیرالڈ، کولسن اور بوسورتھ جیسے ممتاز اسکالر بھی شامل ہیں۔ شاخت کے دائرہ اثر میں فیضی، فضل الرحمن اور نیازی جیسے مسلمان شامل ہیں۔

شاخت نے اپنی کتاب میں اس کی پرزور کوشش کی ہے کہ وہ شریعت کی بنیادوں کو منہدم کر دیں۔ اور اس طرح فقہ اسلامی کی تاریخ کے خدوخال ہی بدل دیں۔ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں کے محدثین وفقہا کے بارے میں انہوں نے بار بار یہ تاثر دیا ہے کہ وہ سب دروغ گو اور تحریف کرنے والے تھے۔

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ لندن اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں میں کسی طالب علم کو یہ اجازت نہیں کہ وہ شاخت کی اس کتاب کا تنقیدی مطالعہ و تجزیہ پیش کر سکے۔ حالاں کہ یہ دونوں یونیورسٹیاں مطالعہ وتحقیق میں آزادی اور غیر جانبداری کا علم بلند کرتی ہیں۔

اس طرح شاخت اور ان کے نظریات کو تنقید سے بالاتر قرار دیا گیا۔ اگر کسی نے ان کے نظریات سے بحث کی تو اس کی یہ تحقیق لائق اعتنا نہیں سمجھی گئی۔ جیسا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک استاد کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا جنہوں نے فقہ اسلامی میں حدیث نبوی سے متعلق شاخت کے خیالات کا تجزیہ کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے یہ لکھا تھا کہ پروفیسر

---

[1] جرمن آف کمپیریٹیو لیجسلیشن اینڈ انٹرنیشنل لاج ۳۳ ص ۱۴ ؎ السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی، ڈاکٹر مصطفیٰ صباعی ص ۲۵

شاخت اسلام میں شریعت کے مقام میں سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"قانون یعنی شریعت، بڑی حد تک دین کے دائرہ سے خارج ہے"

اسی بات کو انہوں نے اپنی کتاب "انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا" میں زیادہ وضاحت کے ساتھ دہرایا ہے ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ :-

اسلام کی پہلی صدی کے بڑے حصہ میں اس فقہ اسلامی کا وجود ہی نہیں جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں موجود تھی اور جو فقہ اور قانون اس وقت رائج تھی وہ دین کے دائرہ سے باہر کی چیز تھی"[1]

شاخت کا ایک بنیادی نظریہ شاخت کی تقریباً ہر تحریر میں اسی نظریہ کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے اور یہی نظریہ ان کے تمام خیالات کا مرکزی اور بنیادی نظریہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فقہ یا قانون شریعت کا وجود و ذخیرہ، دین کے دائرہ سے خارج ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اور اسی صحابہؓ و تابعینؒ جیسے اولین مسلمانوں نے اس سے اعتنا نہیں کیا، تو اس میدان میں اہتمام کی ضرورت ہی نہیں اور اگر کبھی اہمیت دی بھی گئی تو یہ وقتی اور فوری ضرورت کے تحت دی گئی۔ اب اگر مصادر میں کہیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ تشریع کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد صحابہؓ اور تابعینؒ میں علمائے مجتہدین نے کوششیں کیں تو یہ باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہیں۔ شاخت کے ان خیالات کا یہ تجزیہ محض منطقی استدلال کے تحت نہیں ہے بلکہ انہوں نے نہایت صراحت کے ساتھ یہ دعویٰ کیا کہ :-

"کسی ایک بھی فقہی حدیث کے متعلق یہ کہنا بہت دشوار ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر منسوب ہے"[2]

شاخت کے ان مذکورہ خیالات کے نتیجہ میں کسی ایسے مقاصد سامنے آئے جو اسلام کے دشمنوں کو مطلوب تھے اور جن سے ان کی خواہشوں کی تکمیل ہوتی نظر آتی تھی۔ مثلاً

۱۔ مسلمان ملکوں میں شریعت کے نفاذ کا مطالبہ اور اس کی آرزو ایک مہمل بات ہے۔ اصلاً شریعت کا تعلق دین سے ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ دین سے خارج کی چیز ہے۔

۲۔ حدیث کا وجود ایک فرضی دعویٰ ہے۔ اس لئے جس فقہ کو قرآن و حدیث سے ماخوذ بنایا جاتا ہے وہ دراصل فقہ اسلامی نہیں ہے، بلکہ اس کا بڑا حصہ یہودیوں، عیسائیوں اور مذاہب کی شریعتوں سے ماخوذ ہے اور جو حصہ ان کے علاوہ ہے وہ مجتہدین کے اپنے اجتہادات پر مشتمل ہے۔

(جاری ہے)

---

[1] انٹروڈکشن ٹو اسلامک لا۔ صہ ۳۴

[2] فارن ایلیمنٹس ان اینشنٹ اسلامک لا۔ شاخت صہ ۹-۱۷

GENERAL HEADQUARTERS
PAKISTAN

پاکستان آرمی میں

جونیئر کمیشنڈ آفیسر خطیبوں کی ضرورت

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ خطیبوں کی خالی اسامیوں کو پُر کرنے کیلئے مطلوبہ قابلیت کے حامل حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں

مطلوبہ قابلیت

الف۔ حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فراغت کی سند

ب۔ پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفکیٹ۔

ج۔ روزمرہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت اضافی قابلیت تصور کی جائے گی۔

عمر۔ یکم جولائی ۱۹۸۷ء کو ۲۰ سال سے کم اور ۳۵ سال سے زائد نہ ہو۔

عہدہ یا تنخواہ۔ ملازمت کیلئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائیگا فوجی وردی کی بجائے منظور شدہ شہری لباس ہوگا۔ جو فوج کی طرف سے مفت مہیا کیا جائیگا فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح ان کیلئے اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاؤنس و دیگر مراعات۔ وہ تمام الاؤنس جو فوج کے دیگر منتقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہیں انہیں بھی حاصل ہونگے مثلاً ذات کیلئے مفت راشن مفت رہائش (جہاں مہیا ہو ورنہ کوارٹر الاؤنس) اپنے اور بیوی بچوں کیلئے مفت طبی سہولت سفر کی مراعات پنشن، گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ

ملازمت کی جگہ۔ پاکستان میں یا پاکستان کے باہر کسی جگہ۔

تربیت۔ منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دی جائیگی۔

طریق انتخاب۔ الف۔ مختلف مقامات پر ابتدائی تحریری امتحان (ب) طبی معائنہ (ج) انٹرویو اور حتمی انتخاب جی ایچ کیو ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ میں ہوگا۔ درخواستیں مجوزہ فارم پر اصل اسناد کی تصدیق شدہ نقول کے ہمراہ شعبہ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ آئی جی ٹی اینڈ ای برانچ جنرل ہیڈ کوارٹرز راولپنڈی کو ۱۰ مارچ ۱۹۸۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

درخواستوں کے فارم مذکورہ شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ایک روپیہ ۶۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

فارم طلب کرنے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں۔

بے لوث خدمت
بے خوف قیادت

گل شاہ حنیف ایم اے، اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)
پشاور، یونیورسٹی

اسلام کا نظامِ ملازمت!

کسی بھی دائرہ حکومت میں سروس سسٹم کے لئے حکومت کو اپنی جملہ توجہ پوری طرح سے مذکور کرنا پڑتی ہے لیکن دورِ جدید کے جملہ قوانین و ضوابط اس سلسلہ میں بالکل ناکام اور نارسا معلوم ہوتے چلے آرہے ہیں جب کہ اس کا زیادہ تر اثر فرد کے بجائے معاشرہ پر ہوتا ہے جس سے اجتماعی زندگی کو خطرات کے سیلاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس طرح کئی ممالک کے زمامِ کار اقتدار کی قسمتوں کو بدل ڈالتے ہیں لیکن اگر اسلام اور اس کے اصول ملازمت کو زندگی کے عمل کا محور بنا دیا جائے تو ہمیں ایک صحت مند اور مستحکم معاشرہ کے وجود کے ساتھ ہی اپنے اقتصادی اور معاشی امور کی کامیاب کڑیاں ضرور نظر آئیں گی جس کے نتائج سے آراستہ ہونے کے لئے پوری دنیا تڑپ رہی ہے۔ حکومت کو اپنے نظامِ عمل میں اسلام کے جملہ اصول و ضوابط اور اسلامی ادوار کے طریقہ کار کو اپنانا نہایت ضروری ہے۔ کارخانۂ کار کے لئے دیانت دار اور ذمہ دار اشخاص کے انتخاب سے یہ نظام پوری مضبوطی اور استحکام کے ساتھ چلایا جا سکتا ہے۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست تشکیل دینے میں انہی اصولوں کو بنیادی عمل قرار دے دیا۔ دورِ نبوت کی تشکیل شدہ حکومت میں ہمیں وزارت، سفارت اور قضا سے لے کر دفاع، تعلیم، صحت اور دیگر ضروری امور کے لئے عہدے داروں کا تقرر نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام میں ملازمت کو جاہ و منفعت کا مقام نہیں۔ بلکہ ذمہ داری، مشقت اور خدمت الناس کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے غیر ذمہ دارانہ حکومت کے متعلق فرمایا کہ:-

ما من امیر یلی امر المسلمین ثم لم یجہد لھم وینصح الا لم یدخل الجنۃ معھم (مسلم)
یعنی جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے اور ان کے لئے جہد اور خیر خواہی نہ

کرے تو وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔"
اس طرح حضور علیہ السلام نے درشت مزاجی اور تند خوئی رویہ کے حاکم کے متعلق فرمایا کہ
ان شر الرعاۃ الحطمہ (صحیح مسلم)
یعنی بدترین حاکم حطمہ یعنی حقوق پامال کرنے والا ہے۔
اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدخواہ اور نیک خواہ حاکم کے متعلق فرمایا کہ "اے اللہ جو شخص میری امت کی ذمہ داریوں کا ولی بن جائے اور ان کو مشقت میں ڈالدے تو تو بھی انہیں مشقت میں ڈال دے اور جو نرمی کا معاملہ کرے تو بھی ان کے ساتھ نرمی کر۔ (مسلم شریف)
اسلام نے حاکم اعلیٰ کی رعیت کی خیر خواہی کو ارباب حکومت کا اہم فریضہ ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھتے ہیں۔

ان اسعد الرعاۃ عند اللہ من سعدت به رعیته وان اشقی الرعاۃ من شقیت به رعیته (کتاب الخراج ابو یوسف)

یعنی سب سے زیادہ خوش قسمت حاکم خداوند تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رعیت سعادت پاوے اور سب زیادہ بدبخت حاکم وہ ہے جس سے اس کی رعیت شقاوت پاوے۔ اعلیٰ دیانتدار اور محنتی مزدور کی حوصلہ افزائی کرنا ضروری ہے اس کی تنخواہ کو اس معیار سے زیادہ کرنا اور اسے تعریفی سند دینا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے ایک کارکن کے بارے میں جس نے بعض مواقع پر اپنے کام کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا بعد میں آنے والے امراء کو اس سے حسن سلوک کی وصیت کی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دستاویز عنایت فرمائی تھی۔
طبقات ابن سعد میں ہے کہ وہ شخص حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے اور اس پورے عرصہ میں خلفاء سے اپنا وظیفہ وصول کرتے رہے۔ (بحوالہ الترتیب الاداریہ)
اسلام نے کارکنوں کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے معاوضہ بھی مقرر فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عامل کو حکم دیا تھا کہ سرکاری ملازموں کو پورا معاوضہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ چیزیں کارکنوں کو اپنے حالات درست رکھنے میں مدد دے گی۔ اور انہیں زیر تصرف اموال پر دست درازی کرنے سے بے نیاز کر دے گی اور اگر اس کے بعد وہ تیرے حکم کی خلاف ورزی کریں گے یا تیری امانت میں خیانت کریں گے۔ تو تیری طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔
کتاب الخراج کے سرنامہ میں ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک خط ہارون الرشید کے نام مذکور کیا گیا ہے جس میں

قاضی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہ وقت ہارون الرشید کو لکھا کہ :-

"بہتر یہ ہے کہ آپ نیکوکار، پاکیزہ دامن اور قابل اعتماد افراد کی ایک جماعت ملک میں پھیلائیں جو شہروں اور قریوں میں جاکر عمّال ریاست اور ان کی کارگذاریوں کی تفتیش کرے۔ پھر جب آپ کو کسی والی یا حاکم کے بارے میں یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ ظلم و تعدّی اور دست درازیاں کرتا ہے رعایا کی دیکھ بھال کے بارے میں آپ کے ساتھ بدعہدی کرتا ہے۔ سرکاری اموال کا غبن کرتا ہے یا حرام خوری پر اتر آیا ہے یا اس کے چال چلن میں خرابی پیدا ہو گئی ہے تو اس کے بعد آپ کے لئے اسے بطور حاکم استعمال کرنا، رعیت کے کسی کام کا ذمہ دار بنانا اسے امور مملکت میں شریک کرنا حرام ہے۔ بلکہ ایسے بدطینت شخص کو آپ کیفر کردار تک پہنچائیں اور اسے ایسی سخت سزا دیں کہ دوسرے جو ابھی تک ان خرابیوں میں ملوّث نہیں ہوتے ہیں۔ اسے دیکھ کر عبرت پذیر ہوں۔ البتہ مظلوم اور بے گناہ کی آہوں سے آپ بچتے رہیں۔ ان کی دعائیں بارگاہِ ایزدی میں مستجاب و مقبول ہیں۔

اسلام خدمت گذار ملازمین کے لئے پنشن بھی صلہ میں دینے کا حکم دیتا ہے چنانچہ الادارہ الاسلامیہ ص ۱ پر ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمدان کے ایک شخص قیس بن مالک الارحبی کو اس کی قوم پر عامل مقرر کیا تو آپ نے اس کا وظیفہ مقرر کیا اور مستقل طور پر دوسو صاع سالانہ ستار کی مکی اور دوسو صاع سالانہ خیوان انجیر بطور صلہ عطا کئے۔ یہ صلہ صرف عرصہ حیات تک نہیں بلکہ مرنے کے بعد اس کے ورثا کو بھی ملتا رہا۔

اسلام سرکاری ملازمین کے لئے حکومتی اشیاء کو ذاتی تصرف میں لانا جائز نہیں سمجھتا۔ اور نہ ان کے لئے کوئی استفادہ حاصل کرنے کو مجاز سمجھتا ہے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ایک غلام بلا اجازت ڈاک کے جانور پر ایک شخص کو سوار کر کے لے آیا۔ تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ جب تک تو اس کا کرایہ بیت المال میں جمع نہیں کرے گا یہاں سے نہیں ہل سکتا۔

ملازم کے انتخاب سے متعلق حضرت علیؓ نے اشتر نخعی کو ولایت مصر پر مامور کرتے ہوئے لکھا کہ عمّال کی روداروں پر کڑی نگاہ رکھنا کسی عامل کو دوستی اور غرض مندی کی بنا پر مقرر نہ کرنا بلکہ امتحان اور آزمائش کے بعد سے اس کا انتخاب کرنا۔

اسلام نے حکومتی عہدے داروں اور ملازموں کے لئے رشوت ستانی سے احتراز کرنے پر زور دیا ہے۔ جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے :-

"الراشی والمرتشی کلاھما النار"

یعنی رشوت دینے والا اور رشوت لینے والا دونوں جہنمی ہیں

کھانسی کا حملہ
نزلہ زکام
کا دور
مناسب احتیاط اور سُعالین کے بروقت استعمال سے
ان تکالیف کا تدارک کیا جا سکتا ہے۔ جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ
سُعالین نزلہ، زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے
اور اُن سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔
سُعالین
نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا
SUALIN
50 TABLETS
A HERBAL CURE FO
COUGH, COLD
AND
BRONCHITIS
Hamdard
سُعالین
SUALIN
ہمدرد
نوزو
ناک کے ورم،
سوزش اور بندش
کے لیے مفید۔
ایک پھوار ناک
کھول دیتی ہے
ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان
Adarts HSU 1/80

مولانا سیف اللہ حقانی۔ دارالعلوم حقانیہ

علامہ مولانا عبدالحلیم زروبوی بحیثیت محدث اور متکلم

ایک وقت تھا کہ برصغیر پاک وہند میں ہر طرف ظلمت وجہالت کے بادل منڈلا رہے تھے۔ بدعات، غلط رسومات اور گمراہی وضلالت کا چرچا تھا۔ ہندوستان قوم کی گردنوں میں برطانوی سامراج کی غلامی کی زنجیریں تھیں اور ایسا کوئی وسیلہ نہ تھا جس سے ظلمت وجہالت کے بادل چھٹ جائیں۔ باطل مٹ جائے اور غلامی کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ یاس وقنوط کی حالت تھی کہ سب پر طاری ان حالات میں خداوند ذوالجلال کی رحمت خاص متوجہ ہوئی۔ اور احیاء ملت قومی وملی تاریخ اور علوم ومعارف کے تحفظ کی ایک عظیم تحریک مسجد چھتہ میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں نمودار ہوئی جس نے بعد میں عالم اسلام اور احیاء وتجدید پرورین کی عظیم تحریک اور جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی کا روپ دھار لیا۔ اس جامعہ نے ایسے نامور سپوت پیدا کئے۔ اور ایسے انوار پھیلائے جس سے جہالت کے بجائے علم وعرفان کا رجحان غالب ہونے لگا۔ اس طرح باطل وظلمت کی جگہ حق وصداقت اور روشنی کے آثار نمودار ہوتے غلامی کی بجائے آزادی نصیب ہوئی۔

الغرض حریت کا جھنڈا بلند وبالا ہوا اور ظلم وتشدد اور جبر واستبداد اور غلامی کو شکست ہوئی اور اس میں دارالعلوم دیوبند کے روحانی ابناء اور فضلاء نے ہراول دستہ کا کردار ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

شاد باد وشاد زی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تونے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

دارالعلوم دیوبند کے ان نامور سپوتوں میں سے ایک ہمارے شیخ ومربی شیخ العرب والعجم کے تلمیذ رشید حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحب نوراللہ مرقدہ بھی ہیں۔ جو بیک وقت محدث ومفسر متکلم واصولی وفقہ الغرض جامع المعقول والمنقول تھے۔ آپ ۱۹۰۸ء میں موضع زروبی تحصیل ٹوپی ضلع مردان صوبہ سرحد پاکستان کے عظیم الشان علمی خانوادے میں مولانا خلیل الرحمن صاحب مرحوم کے گھر پیدا ہوئے

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں پائی۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت پانے کے بعد کچھ عرصہ مختلف میں پڑھاتے رہے۔ بالآخر پاکستان میں دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ تشریف لے آئے اور تا دمِ آخر مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ میں صدر مدرس اور استاذ حدیث و تفسیر رہے۔ اور علم الکلام کی تدریس تو آپ کی مثال تھی۔ قدرت نے غیرت حمیت، دینی جذبہ، عشق رسول اور دین و ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کے جذبات ان کی فطرت اور طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھر گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ہر باطل کے لئے سیفِ بے نیام تھے۔ اور باطل آپ سے لرزہ براندام تھا۔ مفحم اور منہ توڑ جواب دینا اور خصم کو ساکت اور لاجواب کرنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔ جہاں بھی اور جب بھی باطل نے سر اٹھایا تو آپ کی رگِ غیرت و حمیت پھڑک اٹھی اور سیفِ حلیمی نے اس کی سرکوبی کی۔

آپ جہاں ایک عظیم متکلم تھے وہاں ایک عظیم محدث بھی تھے۔ جب آپ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اس وقت سے مسلم شریف مکمل اور بخاری شریف جلد دوم کا پڑھانا آپ کا مقدر بن گیا۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک ان کتب احادیث کو پڑھاتے رہے۔ آپ سند حدیث متن حدیث احکام متعلقہ حدیث پر سیر حاصل بحث کرتے تحقیق مذاہب ترجیح الراجح بڑے احسن طریقہ سے کیا کرتے تھے۔ محدثانہ مہارت کا یہ عالم تھا یہ سب کچھ ایسی بلیغ و فصیح اور جامع غیر طویل و غیر مخل تقریر سے بیان فرمایا کرتے تھے جو دل کی گہرائیوں میں جگہ پاتا۔

حاضرین و سامعین اور سننے والے محسوس کرتے کہ پڑھانے والا مقاصد شریعت اور روح دین سے واقف ہے۔ اور اسے علوم و فنون کی ہمہ گیر معلومات اور مشکلات اور دین کے اصول و فروع پر کافی عبور حاصل ہے۔ اور حق یہ ہے کہ آپ کی محدثانہ حذاقت اور متکلمانہ لطافت کا صحیح اندازہ وہ شخص لگا سکتا ہے جس نے آپ کے ان صفات جلیلہ کو بچشم خود معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

چنانچہ ہم آپ کو کسی کلامی مسئلہ پر بحث کرتے دیکھتے تو یوں محسوس ہونے لگتا کہ روح رازی و غزالی جسم حلیمی میں سمو دیا گیا۔ ہر مبحث اور ہر موضوع کی بحث اصولی و مرکزی اطمینان آفرین تشفی بخش اور موجب یقین ہوتی۔ جیسے احادیث کے مستند ذخیروں میں پھیلے بڑے طویل ترین بحث کا خلاصہ اور لب لباب قرار دیا جاتا۔ سننے والے کو معلوم ہوتا کہ یہی دین کا مزاج اور روح ہے۔ شرح عقائد کے درسوں میں طلبہ کے بلند پایہ تحقیقی مباحث کلامیہ سے محظوظ و مسرور ہوتے۔ باریک سے باریک مسئلہ آپ چٹکیوں میں حل کر دیتے اور اس طور پر کہ فریق مخالف کے پائے استدلال لنگ ہو جاتے۔ اور سر راہ اگر کوئی منکر خدا دھری

منکرِ حدیث، دشمنِ صحابہ رافضی وغیرہ سے بحث چھڑ جاتی تو ابن المفر کا نعرہ لگاتے ہوئے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔ فلاسفہ کا تعاقب اپنی متکلمانہ صلاحیتوں کے بدولت ایسے بلند وارفع طریقہ سے کرتے کہ حکماء کے دلائل ہباءً منثوراً ثابت ہو جاتے۔

حضرت اقدس صدر صاحب مرحوم کے برخوردار مخدوم زادہ مولانا محمد ابراہیم فانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ نے افاداتِ حلیم میں ہمارے ہی دلی دھڑکنوں کی ترجمانی کرتے ہوئے خوب لکھا۔

"ہم نے اگرچہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا رحمہ اللہ سے استفادہ نہیں کیا حضرت مجاہد ملت شیخ العرب والعجم سید مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پرشکوہ درس سے محروم رہے۔ حضرت شیخ الاسلام متکلم عصر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ شانِ تکلم کا مشاہدہ نہ کیا۔ محدث جلیل علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہبی علوم سے بہرہ ور نہ ہوئے۔ حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ادبی نکتہ سنجیوں کا لطف نہ اٹھایا۔ جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی کے درسِ مسلم سے فیض یاب نہ ہوتے بلکہ ان اساطینِ امت کے دیدار کا شرف بھی نہ پایا کیونکہ ان کا زمانہ ہم سے کچھ پہلے تھا۔ اور یہی آرزو ہمارے سینوں میں تاحشر موجزن رہتی۔ لیکن صد شکر کہ ان تمام نفوس قدسیہ و اجلہ اکابر کا پرتو اور عکس جمیل ہم نے حضرت الاستاذ مولانا عبدالحلیم قدس سرہ کی شکل میں دارالعلوم حقانیہ کی مسندِ حدیث پر براجمان و رونق افروز دیکھا۔" وللہ الحمد

مولانا سعید احمد بخاری

خیر و شر کی کنجیاں

علامہ ابن قیمؒ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حادی الارواح الی بلاد الافراح کے صـ ۴۵ پہ ایک عجیب بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب عربی میں ہے۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے ہر مطلوب کے لئے کنجی بنائی ہے جس کی وجہ سے اس مطلوب تک پہنچا جاتا ہے۔ جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ نماز کی کنجی پاکی ہے۔ حج کی کنجی احرام ہے۔ نیکی کی کنجی سچ ہے۔ جنت کی کنجی توحید ہے۔ علم کی کنجی حسن سوال ہے۔ نصرت و کامیابی کی کنجی صبر ہے۔ مزید نعمت کی کنجی شکر ہے۔ ولایت کی کنجی محبت اور ذکر ہے۔ فلاح کی کنجی تقویٰ ہے۔ توفیق کی کنجی رغبت اور ڈر ہے۔ قبولیت کی کنجی دعا ہے۔ رغبت آخرت کی کنجی زہد فی الدنیا ہے۔ ایمان کی کنجی تفکر ہے۔ اللہ کے پاس جانے کی کنجی اسلام اور اخلاص ہے۔ حیات قلب کی کنجی تدبر فی القرآن اور سحری کے وقت دعا کرنا اور گناہوں کا ترک کرنا ہے۔ رحمت کی کنجی اللہ کی عبادت احسان کی کیفیت سے کرنا اور مخلوق کے نفع کے لئے سعی کرنا ہے۔ رزق کی کنجی استغفار اور تقویٰ ہے عزت کی کنجی اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے۔ آخرت کی کنجی امیدوں کو مختصر کرنا ہے۔ ہر خیر کی کنجی اللہ کی طرف اور دار آخرت کی طرف رغبت ہے۔ ہر شر کی کنجی حب دنیا ہے۔ اور امیدوں کا لمبا ہونا ہے۔ دوزخ کی کنجی شرک اور کفر ہے۔ ہر گناہ کی کنجی شراب ہے اور گانا زنا کی کنجی ہے۔ نقصان کی اور محرومی کی کنجی سستی اور آرام طلبی ہے۔ کفر گناہ کی کنجی ہے۔ نفاق کی کنجی جھوٹ ہے۔ بخل کی کنجی حرص ہے۔ اور سنت سے اعراض کرنا بدعت کی کنجی ہے۔

حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم باب علم کا جس میں خیر و شر کی کنجیاں بتادی گئی ہیں۔ ایک ایک جملہ ایسا ہے کہ اگر اس پہ عمل کیا جائے تو دنیا اور آخرت کی کامیابی مل سکتی ہے۔ اگر کنجی مل جائے تو قُفل آسانی سے کھل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت علامہ کو کہ انہوں نے ہر مسئلہ کی کنجی بتادی ہے۔

ضبط وترتیب :۔ مولانا سید نصیب علی شاہ حقانی
نائب رئیس جامعہ زرگری

تاریخ دارالعلوم دیوبند کا ایک ورق

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف کی زبان سے

شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف تترناوی نے فرمایا کہ اکابر دیوبند کے درمیان اگر کوئی اختلاف ہوتا تو وہ بھی حق کے لئے تھا اس میں کچھ ذاتی اغراض نہ تھے ہاں ایسے موقعہ پر بعض شدت پسند متعصب وابستگان کے اس میں زیادہ دلچسپی لینے سے معاملہ مشکل ہو جاتا تھا۔ اور اس کا فائدہ اغیار حاصل کرتے تھے۔ فرمایا کہ اکابر کے درمیان جو اولین اختلاف پیدا ہوا وہ کچھ اس طرح تھا کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی دونوں ایک جانب تھے اور ان کے خلاف مہتمم مولانا حبیب الرحمن (بڑا اور مولانا شبیر احمد عثمانی) اور مولانا حافظ احمد صاحب صدر مہتمم کے ساتھ تھا۔ اور اس خلاف کو پیدا کرنے میں دارالعلوم کے ایک منشی سید رحمت علی فاضل دارالعلوم نے کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ منشی رحمت علی مہتمم کے ہاں جا کر شاہ صاحب کے خلاف باتیں ذکر کرتا۔ اور شاہ صاحب کی باتیں پہنچا دیتا۔ پھر یہی منشی رحمت علی آکر شاہ صاحب کو مہتممین کے عزائم اور باتوں سے آگاہ کرتا۔ چنانچہ دارالعلوم میں مشہور ہوا کہ شاہ صاحب اہتمام سے ناراض ہیں۔ شاہ صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ شوال میں درس ترمذی شروع کر کے تعطیلات عید الاضحیٰ تک پڑھاتے۔ اور بخاری شریف عید الاضحیٰ یا سہ ماہی امتحان کے قریب یا بعد شروع فرماتے۔

اس دفعہ شاہ صاحب عید کی چھٹیوں میں حسب معمول کشمیر گئے۔ معمول یہ تھا کہ شاہ صاحب کے کشمیر سے واپسی پر جملہ اساتذہ اور طلبہ ان کے مکان پر جا کر خوش آمدید کہتے۔ چنانچہ حسب معمول جب شاہ صاحب آئے تو ان کے مکان پر اساتذہ و طلبہ دارالعلوم کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ان میں مولانا رسول خان صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب بھی تھے۔ ان کی ملاقات کے بعد دارالعلوم کے منشی سید رحمت علی ملاقات کے لئے آکر ہاتھ باندھے تو شاہ صاحب نے غصہ کے عالم میں فرمایا کہ :۔

"خبیث میرے سامنے کیوں آتے ہو؟ خبیث تو سید نہیں اگر ہے تو میرا کوئی گلا کاٹ دے تو چھ مہینے نر اور چھ مہینے مادہ رہتے ہو"

چنانچہ منشی رحمت علی وہاں سے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن کے ہاں گئے۔ اور روئے کہ حضرت مجھے تو شاہ صاحب دارالعلوم سے نکالتے ہیں۔ مولانا حبیب الرحمٰن دارالعلوم کے کرتا دھرتا تھے۔ انہوں نے اس سے قبل مولانا عبید اللہ سندھی کو بھی نکالا تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن کو یہ ناگوار گزرا۔

چنانچہ منشی رحمت علی نے راتوں رات مطبع قاسمی سے ایک اشتہار چھپوایا جس کی سرخی تھی کہ:-

مولانا انور شاہ صاحب کے اخلاق حسنہ۔ اور اس میں شاہ صاحب کے الفاظ نقل کر کے سوال کیا کہ ایسے شخص کی کیا سزا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا گناہ یہ ہے کہ میں نے مہتمم کے حکم پر ان طلبہ کا اخراج کیا جو کہ بقول وفد پنجاب شاہ صاحب کے کہنے پر سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ شاہ صاحب کے آدمی تھے۔ اور گڑبڑ پھیلانا چاہتے تھے۔

فرمایا کہ وفد پنجاب کا ذکر کر دوں۔ یہ وفد پنجاب سے مولانا عبد العزیز گوجرانوالہ کے قیادت میں مصالحت کے لئے آیا تھا لیکن اس کو مولانا حبیب الرحمٰن نے واپس کیا۔ کیونکہ انہوں نے محسوس کیا تھا کہ یہ وفد صرف شاہ صاحب کی حمایت میں ہے۔ اس لئے اس سے مصالحت مشکل ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے وفد سے کہا کہ تم پنجاب کے لوگ ہو اور پنجاب کے لوگوں کی دیوبند سے وابستگی کم ہے۔ اور نہ ہی اتنا چندہ دیتے ہو جیسا کہ دوسرے صوبے ہماری مدد کرتے ہیں۔

چنانچہ انہیں بتایا کہ آپ کو شاہ صاحب کی حمایت میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ منشی کا یہ اشتہار دارالعلوم کے بورڈوں پر لگا ہوا تھا اور صبح جب طلبہ نے دیکھا تو ہنگامہ برپا ہوا۔ اس دوران دہلی سے مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی بھی مصالحت کے لئے آپہنچے۔ طلبہ نے ہنگامہ کر کے دارالعلوم میں جلسہ کرایا۔ اور اعلان کرایا کہ آج کھانا بھی نہیں کھائیں گے۔ جملہ طلبہ جامع مسجد میں جمع ہو گئے۔ اس دوران مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے طلبہ سے خطاب کیا اور پرامن رہنے اور ہڑتال نہ کرنے کی اپیل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تقریر میں حدیث پیش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

انصر اخاك ظالما او مظلوما اور اس حدیث کی تشریح فرمائی۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کشمیری نے عالمانہ انداز میں خطاب فرمایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ

میرا اور مدرسہ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ لہٰذا طلبہ اس میں حصہ نہ لیں۔ اور اپنے اسباق میں شغل جاری رکھیں جلسہ کے آخر میں حافظ احمد صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب کے ذریعہ طلبہ کو اعلان کروایا کہ طلبہ مطبخ سے کھانا لے لیں۔ اور ہڑتال ختم کریں۔ جلسہ ختم ہونے پر طلبہ دارالعلوم آئے تو وہاں مولانا حبیب الرحمٰن نے دارالحدیث میں جلسہ بلایا۔ اور کہا کہ شاہ صاحب اور مولوی شبیر کو چاہئے کہ مجھ سے پوچھ لیں اور کام کریں اور جو حقیقت حال معلوم نہ ہو مجھ سے وضاحت لیں۔ انہیں یہ ہنگامہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اس دوران علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی جوتی لے کر مولانا حبیب الرحمن کے سامنے رکھدی اور کہا کہ آپ کو
حق ہے کہ اس پر مجھے ماریں۔ اکابر نے جو فیصلہ کیا ہے منظور ہے پھر ایسا نہ ہوگا۔ چنانچہ اس واقعہ کا طلبہ پر بہت
اثر ہوا۔ لیکن مولانا انور شاہ صاحب کشمیری دوسرے راستے سے چلے اور مہتمم صاحب دوسرے دروازے سے۔
فرمایا کہ جلسہ کے بعد مولانا قاری محمد طیب صاحب، شاہ صاحب کے مکان پر گئے۔ اور شاہ صاحب سے کہا کہ
ابا جان (حافظ احمد صاحب) اور چچا جان (مولانا حبیب الرحمن) کی آپس میں لڑائی ہوگئی۔ چنانچہ شاہ صاحب
کے ذہن میں آیا کہ مولانا حبیب الرحمن کل میرے اسباق پڑھانے پر ناخوش ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کل درس میں نہ آ
سکے۔ تو طلبہ میں بے چینی پھیل گئی۔ کیونکہ اس ہنگامہ کے دوران حکیم مسعود احمد گنگوہی نے مفتی عزیز الرحمن سے
بھی استعفا لیا تھا جب کہ میاں اصغر حسین صاحب حج پر گئے تھے۔ اور وہاں سے بیت المقدس بھی جانے والے
تھے اسباق کا تعطل زیادہ ہوا۔ اور ہنگامہ دوبارہ شروع ہوا۔

فرمایا کہ اس دوران مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب دیوبند آئے تھے اور حضرت شیخ الہند کے مکان میں مقیم تھے
اس وقت تک حضرت مدنی نہ تو دارالعلوم کے ممبر شوریٰ تھے اور نہ ہی استاد تھے۔ بلکہ سلہٹ میں پڑھایا کرتے
تھے۔ اور سال میں ایک دو مرتبہ گنگوہ اور دیوبند آکر چند دن ٹھہرتے۔ اس موقعہ پر حضرت مدنی بھی دیوبند میں
مقیم تھے۔ چنانچہ مہتمم صاحب نے حضرت مدنی کے ہاں آکر عرض کیا کہ حضرت یہ ہنگامہ ہوا ہے اور طلبہ ادھر ادھر
پھر رہے ہیں۔ اس لئے کسی طرح طلبہ کو مشغول کریں، فرمانے لگے کیسے؟ مہتمم صاحب نے فرمایا کہ کوئی کتاب شروع
کراؤ۔ حضرت مدنی فرمانے لگے کہ میں تو مسافر آدمی ہوں چند دنوں کے لئے رہا ہوں اور اب سلہٹ جاؤں گا لیکن
مہتمم کے اصرار پر حضرت مدنی نے مولانا نانوتوی کی کتاب تقریر دلپذیر شروع کی۔ جس میں طلبہ نے دلچسپی لی
اس دوران بعض طلبہ ادھر ادھر پھرتے تھے۔ منشی رحمت علی نے مہتمم مولانا حبیب الرحمن کو رپورٹ کردی
کہ ہڑتال کرنے والے طلبہ عارضی درس میں بھی طلبہ کو شریک نہیں ہونے دیتے۔ اور اسباق میں خلل ڈالتے ہیں چنانچہ
مولانا حبیب الرحمن غصہ کے عالم میں آئے اور دارالشوریٰ سے ہیبت ناک نعرے لگا کر کہنے لگے کہ نکلو دارالعلوم
سے۔ چنانچہ مولانا یحیٰی کے ہاں جا کر کہا کہ پناہ ہو جاؤ۔ مولوی بدر عالم کو کہا کہ چلے جاؤ۔ منشیوں سے کہا کہ ہڑتالیوں کو نکالو
اور ان سے کہا کہ جاؤ شاہ صاحب کے پاس کہ تم یہاں سبق نہیں پڑھا سکتے۔
جب شاہ صاحب کو یہ خبر پہنچی تو وہ سمجھے کہ اب مصالحت مشکل ہے۔
شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے حضرت شاہ کشمیری سے کہا کہ چلیں جامع مسجد میں درس شروع کرتے ہیں
اور دارالعلوم کی کتابیں تو طلبہ کے پاس ہیں اور یہ کتابیں وقف ہیں لہذا طلبہ یہ کتابیں ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ شاہ
صاحب کہنے لگے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

اس دوران مولانا ظفر علی خان نے اپنے اخبار روزنامہ زمیندار میں اس نزاع پر مضامین لکھے جو شاہ صاحب کی حمایت میں تھے حتٰی کہ مولانا حبیب الرحمٰن کو نواب حبیب الرحمٰن خاں لکھا۔ اس طرح مولانا محمد علی جوہر بھی دیوبند آئے جو بظاہر اہتمام کے خلاف تھے اور ایک دفعہ تو حضرت مدنی سے شیخ الہند کے مکان پر کہنے لگے کہ آپ نے مہتممین کی حمایت کیوں کی ہے۔ حضرت مدنی نے جواب میں فرمایا کہ ان حضرات کے دور اہتمام میں دارالعلوم کو جو عروج حاصل ہوا ہے وہ اس سے پہلے کسی دور میں نہیں ہوا۔ اور مزید فرمایا کہ حضرت آدم نے جب جنت میں دانہ کھالیا تو جنت سے نکال دیئے گئے۔ لیکن اس سے فائدہ یہ ہوا کہ ان کی اولاد سے بہت سے انبیاء پیدا ہوئے۔

اس دوران اہتمام والے حضرت مدنی کے ہاں آئے۔ اور کہا کہ آپ یہاں دورہ حدیث کے طلبہ کے لئے ترمذی شریف اور بخاری شریف شروع کرائیں۔ لیکن حضرت مدنی نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میں سلہٹ سے آیا ہوں اور وہاں پڑھا رہا ہوں اس لئے وہ ناراض ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ شاہ صاحب خفا نہ ہو جائیں۔

بہرحال اہتمام والوں نے حضرت مدنی کو مجبور کیا اور مسلم شریف ان کے حوالے کی۔

اس سے قبل مسلم شریف مولانا رسول خان صاحب پڑھا رہے تھے۔ ان سے مسلم شریف لے کر ابوداؤد دی۔ حضرت مدنی کے تین دنوں تک مسلسل انکار کے باوجود اہتمام والوں کے اصرار پر مسلم شریف کا درس شروع کیا۔ حضرت مدنی کے درس کا انداز خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ خود سامنے کتاب نہ رکھتے اور ایک خاص خطبہ سے درس شروع کیا۔ طلبہ عبارت پڑھتے اور حضرت مدنی کتاب دیکھے بغیر تشریح کر دیتے۔ لہذا طلبہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ دوسری طرف حضرت شاہ کشمیری سے طلبہ نے درس کا مطالبہ کیا۔ اور اصرار کیا کہ ہم آپ سے کچھ مستفید ہو جائیں لیکن حضرت شاہ صاحب نے انکار فرمایا۔ مگر طلبہ کے شدید اصرار پر صرف موطا امام مالک شروع کی۔ جو آپ مسجد خانقاہ میں پڑھاتے تھے۔ بعد ازاں کسی نے مفاہمت کی نہ کوشش کی اور نہ کوئی مطالبہ منظور ہوا اور شاہ صاحب کا استعفٰی منظور کر لیا گیا۔

حضرت شاہ صاحب کے مطالبات میں سے دو مطالبے اہم تھے۔

۱۔ ایک یہ کہ ارکان شوریٰ میں تین اراکین کو شامل کیا جائے۔ جو حضرت مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ اور علامہ شبیر احمد عثمانی تھے۔

۲۔ دوم یہ کہ اہتمام حضرت نانوتوی کی اولاد اور پوتوں میں ہوں۔ اور چند شرائط کے ماتحت ہوں۔ وہ یہ ہیں۔ جید عالم ہوں، تجربہ کار ہوں، مدبر ہوں۔ اور مجلس شوریٰ کا مشورہ تسلیم کریں

ایک موقعہ پر شاہ صاحب نے تقریر کے دوران فرمایا کہ:۔
" بڑوں میں حافظ احمد سے کوئی زیادہ محترم نہیں اور چھوٹوں میں مولانا قاری محمد طیب سے کوئی زیادہ عزیز نہیں ۔
مزید فرمایا کہ یہ اختلافات دارالعلوم کی ترقی اور استحکام کے سلسلہ میں اجتہادی کوششوں کے مطابق تھے ۔
جس سے کسی کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا ۔
فرمایا کہ اس سال پشاور میں جمعیت علماء ہند کا جلسہ ہوا جس کی صدارت حضرت شاہ کشمیری نے کی ۔
فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب بیمار بھی تھے اور حالات بھی خراب تھے ۔ لہذا وہ گوشۂ عافیت تلاش کرنے لگے ۔ ان دنوں دو جگہوں سے دعوت آگئی ۔ لاہور سے ڈاکٹر اقبال نے دعوت دی کہ انجمن حمایت اسلام کی صدارت سنبھالیں اور اسلامیات کا درس بھی دیں اور ساتھ ہی شاہی مسجد لاہور کی خطابت بھی کریں ۔
ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں کہ میرا مقصد یہ تھا کہ آیندہ زمانہ کے لئے شاہ صاحب کے ذریعہ فقہی اجتہادات ہو جائیں جس سے آیندہ نسلوں کو فائدہ پہنچے گا ۔
دوسری جانب مدرسہ فتحپوری دہلی سے تدریس کا دعوت نامہ آیا ۔ لہذا شاہ صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب سے مشورہ لیا ۔ انہوں نے فرمایا کہ میں مدرسہ فتحپوری کا ممبر بھی ہوں لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ وہاں نہ جائیں کیونکہ یہ انگریزی خوان لوگوں کا مدرسہ ہے یہ بے ادب ہوتے ہیں ان کے ساتھ وقت گذارنا مشکل ہے لہذا حضرت کشمیری نے اس مشورہ پر عمل کیا اور وہاں جانا پسند نہ کیا اور بعد میں فرماتے ہیں تو میں نے اچھا کیا کہ مفتی صاحب کے مشورہ پر عمل کیا فتحپوری والے تو صرف مجھے لینا چاہتے تھے میرے ساتھ جو باقی بارہ مدرسین ہیں ان کا بھی انتظام کرنا پڑتا ۔
فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا اپنا ارادہ کشمیر جانے کا تھا لیکن اس دوران شاہ صاحب کے شاگرد مولانا محمد موسیٰ سملکی آئے اور کہا کہ وہ ڈابھیل چلیں اس کے بعد سیٹھ یوسف گارڈی بھی آئے اور وہاں جانے کا اصرار کیا ۔ شاہ صاحب نے مفتی کفایت اللہ اور مفتی عزیز الرحمٰن سے مشورہ لیا ۔ ان دونوں نے وہاں جانے کا مشورہ دیا ۔ مولانا عزیز گل صاحب نے حاجی محمد موسیٰ کو کہا کہ شاہ صاحب کو وطن سے اور زیادہ دور کر رہے ہو شاہ صاحب بیمار اور ضعیف ہیں ۔ حاجی موسیٰ نے کہا کہ آپ کی بات تو ٹھیک ہے مگر میں ان کی ذات سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں ۔ ڈابھیل کا مدرسہ تعلیم الدین کے نام سے مشہور تھا ۔ یہاں مولوی عبدالجبار صوابی کے پڑھاتے تھے وہ پیر بھی تھے ـــ بعد میں شاہ صاحب نے اس مدرسہ کا نام جامعہ اسلامیہ رکھا جو اسی نام سے آج تک مشہور ہے ۔ ڈابھیل کا یہ مدرسہ شاہ صاحب کی وجہ سے کامیاب ہوا ۔ اور بہت سے جید علماء نے شاہ صاحب سے دورۂ حدیث پڑھا ۔ بمبئی اور احمد آباد کے علماء بھی فیض یاب ہوتے ۔ ان کے ساتھ مولانا شبیر احمد عثمانی ترمذی اور مولانا سراج احمد ابوداؤد پڑھاتے تھے ۔

حکومت پاکستان وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد
۲۴ جنوری ۱۹۸۷ء

اسلامی موضوعات پر خواتین کی تصانیف کا انعامی مقابلہ

وزارت مذہبی امور گذشتہ ایک سال یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ بمطابق (۲۶ نومبر ۱۹۸۵ء) سے ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ بمطابق ۱۴ نومبر ۱۹۸۶ء) کے دوران میں خواتین کی قرآن مجید، سیرت النبیؐ اور اسلامی موضوعات پر لکھی گئیں اور شائع شدہ بہترین کتب کے لئے مندرجہ ذیل صدارتی انعامات کا اعلان کرتی ہے۔

پہلا انعام ۳۰،۰۰۰/- روپے صرف قومی زبان اردو میں

دوسرا انعام ۶۰،۰۰۰/- روپے علاقائی زبانوں یعنی پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی میں لکھی ہوئی کتب۔
یہ رقم علاقائی زبانوں میں لکھی ہوئی ہر کتاب کے لئے پندرہ ہزار روپے کے حساب سے برابر برابر تقسیم کی جائے گی۔

تیسرا انعام ۱۰،۰۰۰/- روپے بچوں کے لئے صرف قومی زبان اردو میں۔

شرائط و معیار کتب

۱۔ کتابیں خواتین کی لکھی ہونی چاہئیں۔

۲۔ علاقائی زبانوں میں تحریر شدہ کتب صرف پنجابی، سندھی، پشتو اور بلوچی ہی میں ہوں۔

۳۔ کتاب اصل ہو اور اس سے پہلے کسی دوسری زبان میں شائع شدہ کتاب کا ترجمہ نہ ہو۔

۴۔ مقابلہ کی جملہ کتب قابل اعتراض/ اختلافی مواد سے بالکل پاک ہوں۔

۵۔ کتب غیر معمولی علمی تحقیق، ادبی ذوق فصیح سلیس و شستہ اسلوب اور دلچسپ طرز تحریر کی حامل ہوں البتہ بچوں کے لئے لکھی گئیں کتابیں ان کی ذہنی اور علمی استعداد سے مطابقت رکھتی ہوں۔

۶۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی کتب
(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انسان کی سماجی، سیاسی، معاشی، تعلیمی، قانونی اور اخلاقی زندگی میں لائی ہوئی تبدیلیوں پر مبنی
(۱۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خواتین کے بارے میں حسن سلوک اور معاشرے میں عورت کو صحیح مقام دلانے کی عکاسی کرتی ہوں۔

۷۔ ہر درجہ کے مقابلے کے لئے بھیجی جانے والی کتابیں ۱۰۰ صفحات سے کم نہ ہوں۔

۸۔ کتابیں طبع شدہ ہوں قلمی نسخے قابل قبول نہیں ہوں گے۔

۹۔ مقابلے کیلئے ارسال کردہ پیکٹ پر اس مقابلے کا نام واضح طور پر درج ہو جس میں شرکت کی جانے مطلوب ہے۔

مقابلے میں شرکت کی خواہشمند تمام خواتین سکالرز سے درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنی اپنی تصانیف کی دس عدد نقول مع کوائف حیات کے ۳۱ مئی ۱۹۸۷ء تک عبدالاحد حقانی اسسٹنٹ ڈائریکٹر (سیرت) وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور اسلام آباد (فون نمبر ۸۲۸۲۸۱) کے نام ارسال کر دیں۔

مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب ، مدرس دارالعلوم حقانیہ

حقانیہ سے ازہر تک

مجمع البحوث الاسلامیہ | یہ مصر کا اہم مذہبی تحقیقی اور علمی ادارہ ہے۔ جدید دور میں تحقیق کے لئے تمام مسلمانوں کی نظریں اس پر ہیں۔ عالم اسلام کی بہت سی توقعات اس ادارہ سے وابستہ ہیں۔ ازہر کا ایک اہم شعبہ ہے۔ ملک کے چیدہ چیدہ علماء پر مشتمل ایک کونسل ہے۔ جو روزمرہ مسائل پر تحقیق کے علاوہ جدید اور قدیم اصطلاحات کو جمع کرتے ہیں۔ اس ادارہ کے بنیادی مقاصد میں سے مصر کے اندر تبلیغ اسلام کے علاوہ تمام دنیا سے علمی، ثقافتی اور مذہبی روابط کو قائم رکھنا ہے۔ مصر میں ہزاروں کی تعداد میں خطباء۔ ائمہ اس ادارہ کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں اور اس کی نگرانی میں بیرون ملک چار ہزار مبعوثین دینی خدمات کی سرانجامی میں مصروف ہیں۔ آج تک دیگر موضوعات کے علاوہ علوم قرآن و سنت۔ عقیدہ اقتصادیات۔ علاقات الدولیہ۔ جہاد۔ مسئلہ فلسطین۔ دعوت اسلامی اور حضارت اسلامی جیسی قومی اور ملّی مسائل پر کام کر رہے ہیں۔

دکتور عبدالودود شلبی | تیسری اہم شخصیت جس نے شرکاء کورس کے دل موہ لئے وہ دکتور عبدالودود شلبی تھے۔ آپ اتوار کے دن صبح تشریف لائے۔ سیاح مورخ اور بہترین خطیب ہونے کے علاوہ ملک کے نامور مصنفین کے زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا موضوع "التبشیر واہدافہ" تھا۔ جس موضوع کا انتخاب آپ نے اپنے لئے کیا تھا۔ وہ آپ کے مزاج کے عین مطابق تھا۔ آپ جامعہ ازہر کی طرف سے مبعوث ہونے کی حیثیت سے پاک و ہند کے علاوہ یورپ اور افریقہ کے ممالک میں رہ چکے ہیں۔ مختلف رنگ و نسل اقوام کے مزاج سے آپ خوب واقف تھے۔ عیسائی مشنری کے مذموم عزائم سے کافی معلومات رکھتے تھے جس کی بنا پر متعلقہ موضوع پر دل کھول کر بحث کرتے۔ آپ نے ۱۹۵۲ء میں ازہر کے "کلیۃ اصول الدین" سے بی اے کرنے کے بعد "کلیۃ اللغۃ العربیہ" سے تخصص کیا ابتدائی ایام میں وزارت تعلیم و اوقاف سے منسلک رہے۔ صحافت میں دلچسپی اور لگن کی وجہ سے مختلف ادوار میں آپ ماہنامہ "نورالاسلام" اور ماہنامہ "الازہر" کے مدیر اور نگران رہے۔ درجن سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ اکثر کتب معیاری انداز کی لکھی ہوتی ہیں۔ ادبیت اور انسانیت کے باریک پردہ میں تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں۔

" لماذا يخافون الاسلام " . " كيف أرى الله " . " حتى لا نخدع " . " التروبير المقدس " جیسی تصنیفات خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

پاکستان سے والہانہ عقیدت | آپ مبعوث کی حیثیت سے لاہور میں کچھ مدت کے لئے رہ چکے ہیں۔ اس لئے پاکستان کے متعلق کافی معلومات رکھتے ہیں۔ اہم شخصیات اور سیاسی تنظیموں کی خدمات اور رویوں سے خوب واقف تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مجھے پاکستان سے بہت محبت ہے۔ خاص کر علامہ اقبال مرحوم سے بہت متاثر ہوں۔ عقیدت کی وجہ سے میں نے اپنے ایک بیٹے کا نام " محمد اقبال عبدالودود " رکھا ہے۔ جب کہ دیارِ مصر میں ایسا نام بہت کم رکھا جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں آپ جامعہ ازہر کے اس اہم شعبہ " دعوت الاسلامیہ " کے امین العام ہیں۔ اس کورس کی تمام تر ذمہ داری کا تعلق آپ سے تھا۔ آپ بڑی لگن اور جانفشانی سے سرانجام دے رہے تھے۔

عطیہ محمد عطیہ سقر | چوتھی شخصیت جس سے وافدین بہت متاثر ہوئے وہ شیخ عطیہ سقر تھے۔ آپ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۴ء کو " بہابای " نامی گاؤں میں پیدا ہوئے نو سال کی قلیل مدت میں تکمیل حفظ کے بعد آپ نے سکول میں قدم رکھا۔ ۱۹۴۲ء میں ایم اے کرنے کے بعد آپ کی زندگی کا ایک اہم دور شروع ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق چونکہ کلیۃ " اصول الدین " سے رہا اس لئے فراغت کے بعد امامت و خطابت کی خدمت سے آپ منسلک ہوتے لیکن نامور مصنف اور بے بدل خطیب ہونے کی وجہ سے آپ میدانِ تقریر و تحریر پر خوب چھا گئے۔ آج بھی اس میدان میں جوہر کمالات دکھا رہے ہیں۔ آج کل آپ ایک بلند پایہ خطیب اور مایہ ناز مصنف کی حیثیت سے ملک میں متعارف ہیں۔

آپ کے علمی تحقیقی اور مقالات روزمرہ اخبارات اور رسائل کے لئے زینت ہوتی ہیں۔ دارالافتاء سے تعلق کی بنا پر ریڈیو۔ ٹی وی اور اخبارات میں دینی مسائل کے جواب دینے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے ہیں فتویٰ دینے میں جدت پسندی اور وسعت کے قائل ہیں۔ سہل سے سہل قول پر فتویٰ دیتے رہتے ہیں خواہ کسی مذہب سے آپ کا موضوع " خطابت نظریہ " رہا۔ جمعرات کے دن ظہر کے بعد تشریف لاتے پہلی ملاقات میں کہا کہ میں اس موضوع پر جو کہوں گا وہ آپ کو کتابوں کے اوراق میں نہیں ملے گا۔ بلکہ میں ساٹھ سال کی عظیم مدت سے خطیب رہا ہوں۔ جو کچھ کہوں گا اس کا تعلق میرے تجربہ سے ہو گا۔ یقیناً آپ اس موضوع پر ایسے انداز میں بولے جیسا کہ آپ خود ہی اس فن کا موجد ہو۔

عبدالحفیظ فرغلی | آپ کا موضوع بحث " التصوف " رہا۔ محافظہ رسیوط کے " النخیلہ " نامی گاؤں میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ازہر سے بی اے کرنے کے دراسات علیا کی تکمیل آپ نے " جامعہ عین شمس " سے ۱۹۵۱ء میں کی۔ تصوف اور لغت عربی میں متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔

دکتور عبدالجلیل عبدہ شلبی | جامعہ ازہر کے فیض یافتہ ہیں۔ فلسفہ میں تخصص کرنے کی وجہ سے آپ کا تعا

زیادہ تر اس موضوع سے رہا۔ مجمع البحوث الاسلامیہ کے امین العام ہونے کے علاوہ ملک کے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں۔ متعدد علمی اور ادبی کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈکتور محمد عمارہ ۸ دسمبر ۱۹۳۱ء کو پیدا ہوئے۔ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ البتہ دراسات علیا کی تکمیل "جامعۃ القاہرہ" سے کی۔ جمعرات کے دن صبح تشریف لاتے۔ مزاج میں سادگی عیاں تھی۔

ڈکتور رؤف شلبی محافظہ شرقیہ میں ۲۲ ستمبر ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے اول سے لے کر آخر تک رشتہ تلمذ ازہر سے رہا ہے۔ جامعہ ازہر میں کچھ مدت مدرس رہنے کے بعد شیخ الازہر کے "معتمد خاص" رہے، "کلیہ الدعوۃ الاسلامیہ" کی سرپرستی بھی کچھ مدت کے لئے کی۔ "یا اھل الکتاب" السنۃ الاسلامیہ" کے علاوہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

جمال الدین محمود ۹ مئی ۱۹۲۰ء کو محافظ اسیوط میں پیدا ہوئے، تعلیمی زندگی کا زیادہ تر تعلق "جامعۃ القاہرہ" سے رہا تعلیمی اور انتظامی امور میں مہارت کی وجہ سے اہم مناصب پر رہ چکے ہیں "الاسلام وقضیۃ الاسلام والحرب" "قضایا اسلامیہ" "اصول المجتمع الاسلامی جیسی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈکتور عزت علی محمد سرجی تمام اساتذہ میں آپ جوان نظر آتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں ان کا یہ موضوع "علوم الحدیث" ازہر سے استاد کے ذمے تھا لیکن اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ موضوع آپ کے حوالہ کیا گیا۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم جامعۃ القاہرہ سے کی۔ جب کہ دراسات علیا کی تکمیل جامعہ ازہر سے کی۔ "مناہج الدعوۃ والدعاۃ" "تاریخ الدعوۃ" نامی کتابوں کے مصنف ہیں مصری علماء کی حالت زار پر آنسو بہاتے۔ ایک دفعہ رمضان المبارک میں شیخ الازہر کی طرف سے افطار پارٹی کے موقع پر ہم نے ان سے عرض کیا۔ کہ مصر میں رمضان المبارک میں دن بھر ہوٹل کیوں کھلے رہتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ آپ لوگ ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کے علماء آزاد ہیں۔ وہاں پر علماء حق کی وجہ سے معاشرہ پر کنٹرول ہے۔ لیکن یہاں ہمارے ہاں مصر میں علماء آزادی کی عظیم نعمت سے محروم ہیں مصر میں معاشرہ کی خرابی کی اصل وجہ علماء کی زبان بندی ہے۔

ہمارا یہ دورہ ایک مطالعاتی اور تعارفی دورہ تھا۔ بلکہ استفادہ کے لئے ایک سنہری موقعہ تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا۔ اس لئے حسب فرصت موقعہ ملتے ہی علمی، تاریخی اور نامور مقامات پر جانے کے لئے پروگرام بناتے۔ اس کی ابتداء احقر نے بوجہ قریب ہونے کے "جامع الحسین" سے کی۔

جامع حسین جامع ازہر کے بالمقابل سڑک کے دوسری جانب ایک عظیم الشان مسجد، "جامع حسین" یا "مشہد حسین" کے نام سے مشہور ہے۔ مصریوں کی تاریخی تحقیق کے مطابق ۵۴۸ھ ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کا سر مبارک شام سے یہاں مصر لایا گیا۔ ابتداء میں کسی دوسری جگہ رکھا گیا اور بعد ازاں یہاں دفن کیا گیا جس دروازے

سے یہ سر داخل کیا گیا اس دروازے کو "باب الاخضر" کہتے ہیں۔

مسجد کے امام و خطیب "النجدی الصالح الخولی" سے ملاقات ہوئی۔ اسلامی اخوت اور دینی جذبے کی بنا پر میرے پاکستانی ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت سے پیش آئے۔ چند سوالات کا بڑے سکون اور آرام سے جواب دیا دوران گفتگو یہ بات معلوم ہوئی کہ سال میں تین مواقع پر اس مسجد میں خصوصی محافل "میلاد" کے نام سے منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں سے ایک ۵ شعبان کو حضرت حسین کی پیدائش کی مناسبت سے۔ دوسرا پروگرام ۱۰ محرم شہادت حسین کے موقع پر اور تیسرا پروگرام ربیع الثانی کے آخر میں حضرت حسین کے سرلانے کی نسبت سے منعقد کرتے ہیں۔

تاہم تاریخ کی کتب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مصریوں کا یہ نظریہ صرف سنی سنائی باتوں تک محدود ہے کسی مستند قول سے اس کا اثبات ممکن نہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے مستقل ایک رسالہ "مسئلہ راس الحسین" کے نام سے لکھ کر اس کا خوب رد کیا ہے۔

تاہم عوامی اعتقاد کی بنا پر جامع کو قاہرہ میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ عالم اسلام کے مشہور قاری جناب عبدالباسط صاحب ہر جمعہ کو اس مسجد میں آکر تلاوت کرتے ہیں۔

سربراہ مملکت بھی عیدین کی نماز یہاں ادا کرتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اس مسجد میں ایک مخصوص کمرہ ہے جسے "حجرۃ آثار النبی" کہتے ہیں۔ اس میں چند متبرک منسوب اشیاء پڑی ہیں جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے داڑھی مبارک کے تین بال۔ عصا مبارک کا ایک ٹکڑہ۔ قمیص مبارک کا ایک حصہ۔ حضرت علیؓ کے خط کا ایک حصہ اور مصحف عثمانی کا ایک نسخہ موجود ہے۔ بدقسمتی سے ان دنوں مرمت کا کام ہو رہا تھا جس کے باعث ان اشیاء کے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔

مسجد کے گرد اگرد ایک وسیع میدان ہے جہاں گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ قبلہ کی جانب اسی میدان میں ایک پولیس چوکی بھی ہے مسجد کی بیشتر آبادی پرانی ہے۔ پچاسی قد آور ستونوں پر یہ مسجد قائم ہے چھوٹے دروازوں کے علاوہ چاروں طرف نکلنے کے لئے بڑے بڑے چار دروازے ہیں۔

مسجد کے اندر "مکتبۃ الجامع الحسینی" کے نام سے ایک کتب خانہ بھی ہے جس میں صبح ۹ بجے سے لے کر رات آٹھ بجے تک لوگ مطالعہ کے لئے آتے رہتے ہیں۔ ناظم کتب خانہ کے بیان کے مطابق پانچ ہزار کے لگ بھگ کتابیں اس کتب خانے میں موجود ہیں۔ کتب خانے کے ذرائع آمدنی اوقاف کے علاوہ مخیر حضرات کے تبرعات اور صدقات ہیں۔

۱۷ اپریل بروز جمعہ ایک مصری دوست شیخ احمد کی رہنمائی میں جامع شافعی جانا ہوا۔ اس کے علاوہ ایک بار پھر دوران قیام استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جناب شفیق فاروقی اور جناب عبدالصمد صاحب کی معیت میں جانا ہوا۔ امام شافعی کا مزار جس علاقے میں واقع ہے اسے "حارۃ الشافعی" کہتے ہیں جب کہ سڑک

بھی شارع امام الشافعی، کے نام سے موسوم ہے مصری دستور کے مطابق یہاں بھی مزار کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد ہے۔

امام شافعی حدیث و فقہ کا کوئی شاید ہی کوئی ایسا طالب علم ہو جو امام شافعی کے نام سے واقف نہ ہو فقہی مباحث میں علمی موشگافیوں کو دیکھ کر امام شافعی کی فقاہت اور دوراندیشی کا احساس ہوتا ہے۔

نسب کے اعتبار سے آپ عبدمناف پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں۔ آپ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء کو غزہ (فلسطین) اور بقول بعض عسقلان میں پیدا ہوئے۔ حد درجہ کی ذہانت کے علاوہ بے مثال حافظہ کے مالک تھے کہ سات سال کی قلیل مدت میں حفظ قرآن سے فارغ ہوئے ابھی دس سال کے نہ تھے کہ موطا امام مالک یاد کر لی۔ پندرہ سال کی عمر میں اپنے شیخ مسلم بن خالد زنجی کی اجازت سے فتویٰ دینے لگے۔ زندگی میں انقلابی اور اہم ادوار سے آپ کو گذرنا پڑا۔ نشیب و فراز کے متعدد مدارج طے کئے۔ مکی زندگی تھی قابلیت کی وجہ سے عوام و خواص کے منظور نظر تھے کہ اچانک حرم مکی میں آپ کی ملاقات حاکم یمن سے ہوئی۔ تبحر علمی اور خداداد قابلیت کو دیکھ کر حاکم یمن نے آپ کو ایک اہم سرکاری عہدہ کی پیشکش کی۔ وقتی مصلحت کو دیکھ کر آپ نے یہ پیشکش قبول کر لی۔ اور حاکم کے ساتھ یمن چلے گئے۔ لیکن مقامی رقابتوں کی وجہ سے زیادہ دیر تک آپ اس عہدہ پر نہ رہ سکے۔ حاکم وقت کی مخالفت میں "زیدی" یحیٰی بن عبداللہ کی خلافت کے حامی تھے۔ آپ پر یہ الزام لگایا گیا کہ مخالف گروہ سے آپ کے مراسم و روابط ہیں اور سیاسی میدان میں امام شافعی مخالفین کے ہمنوا ہیں۔ اسی جرم کی پاداش میں ہارون الرشید نے ۱۸۹ھ / ۸۰۵ء میں آپ کو اپنے دربار عراق میں طلب کیا۔ امام شافعی کے پہنچنے کے وقت ہارون الرشید کے دربار میں امام محمد رحمۃ اللہ ایک اہم مقام رکھتے تھے۔ چنانچہ امام محمد کی سفارش اور اطمینان دلانے پر اور خود امام شافعی کے معقول بیان سے یہ الزامات درست ثابت نہ ہوئے تو آپ کو معزز طریقے سے رہا کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ آپ عراق ٹھہرے اور دو سال کی قلیل مدت گذارنے کے بعد آپ دوبارہ مکہ مکرمہ آ گئے۔ اور نو سال یہاں گذارنے کے بعد ۱۹۵ھ میں آپ بغداد تشریف لے گئے۔ قیام بغداد کے دوران والی مصر عباس بن موسیٰ کے بیٹے عبداللہ سے وابستگی پیدا ہوئی۔ جس کی بنا پر ۲۸ شوال ۱۹۸ھ / ۳۱ جون ۸۱۴ء کو آپ نے سرزمین مصر میں قدم رکھا۔ قسمت نے یہاں بھی ساتھ نہ دیا۔ حالات و واقعات سے مجبور ہو کر ایک بار پھر عارضی قیام کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور آخر کار ۲۰۰ھ میں آپ نے دوبارہ مصر آ کر مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اس دوران یہاں آ کر آپ کو اپنے اقوال اور مذہب پر نظر ثانی کا سنہری موقعہ ملا۔ بہت سے مسائل میں آپ نے سابقہ اقوال سے رجوع کیا۔ جو "قول جدید" کی اصطلاح سے فقہا کے ہاں معروف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

امام شافعی نے آخری عمر کے ان چار سالوں میں ڈیڑھ ہزار ورق یعنی تین ہزار صفحات پر مشتمل مسائل املا کرائے ۲۰۴ھ کو رجب کی آخری تاریخ بمطابق ۲۰ جنوری ۸۲۰ء کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور رحلت فرما گئے۔

امام شافعی کا مقبرہ | امام شافعی کا یہ مقبرہ مصر کے حسین ترین مقابر میں شمار ہوتا ہے۔ "المقریزی" کے بیان کے مطابق سلطان الکامل کے ہاتھوں سے اس عمارت کی تکمیل ۷ رجمادی الاولیٰ ۶۰۸ھ کو ہوئی۔ اس کا اندرونی رقبہ پندرہ میٹر سے زیادہ اور بیرونی رقبہ بیس مربع میٹر کے قریب ہے۔ دیواریں کوئی ۲۰.۷۵ میٹر لمبی ہیں۔ اس وقت کے مطابق یہ عمارت مضبوط ترین دیواروں پہ بنائی گئی۔ دیواروں کی یہ مضبوطی اگرچہ سنگی یا خشتی گنبد کیلئے کافی تھی۔ پھر بھی اس پہ چوبی گنبد بنائی گئی۔

باہر سے یہ عمارت دو منزلہ ہے پہلی منزل ۱۰.۶۲ میٹر بلند ہے۔ جب کہ دوسری منزل ۶.۱۶ میٹر لمبی ہے مقبرہ میں جنوب مشرق کے دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ جب کہ ایک دروازہ شمال مشرق کی جانب سے مسجد کی طرف بنایا گیا ہے۔ لیکن مرکزی دروازہ جنوب مشرق والا ہے جس کے اردگرد چند کمرے ہیں۔ جن میں یہاں کے مجاور رہتے ہیں اور ایک کمرہ خطیب کے لئے مخصوص ہے۔ مقبرہ کے اندر داخل ہوتے ہی آرائش اور خوبصورتی کی سحر کاری سے انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ دیواروں، کیاریوں اور گنبد پر جو رنگین نقاشی کی گئی ہے وہ نہایت اعلیٰ درجے کی ہے۔

چاروں دیواروں پر کوئی پانچ میٹر کی بلندی پہ آٹھ شہتیر قائم کئے گئے ہیں۔ جس سے فانوسوں کو سہارا دیا جاتا ہے۔ موجودہ وقت میں تزئین و آرائش کا کام بدستور جاری تھا۔ خود قبر خلاف شرع طریقہ سے بنا کر ایک آہنی جنگلے میں مقصور ہے۔ آس پاس اور بھی قبریں ہیں۔

مقبرہ کے اندر مقیم مجاوروں کی حالت افعال و کردار کے اعتبار سے وہی ہے جو ہمارے ہاں بعض مزارات پر دیکھی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں کے مجاور پھر بھی شرافت میں رہ کر جو بھی کچھ دے دے غنیمت سمجھتے ہیں لیکن وہاں پر زائرین کپڑوں سے چمٹ کر "لایسئلون الناس الحافا" کی ایجابی صورت پیش کرتے ہیں۔ خاص کر غیر ملکی زائرین کو چھوڑتے ہی نہیں آتے۔ بد قسمتی سے قرآن و سنت کے اس عظیم داعی، شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے والے عظیم مجاہد کا یہ مرقد آج قبر پرستی، نیاز و سجدہ کا ایک مرکز بنا ہوا ہے۔ مجھے اس وقت سخت افسوس ہوا کہ مصری دیہاتی لباس میں ملبوس ایک عورت قصداً و عمداً قبلہ کو چھوڑ کر قبر کی جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہی تھی۔

مزار وکیع پہ حاضری | امام شافعی کے مزار سے نکل کر اسی محلے میں شارع شافعی پر چند قدم کے فاصلہ پہ امام وکیع کا مزار واقع ہے۔ امام وکیع کی قبر پہ وہ انتظامات نہیں جو دوسری قبور پہ ہیں۔ ایک مختصر کی سی جگہ پر ایک چھوٹے سے کمرے میں یہ مزار واقع ہے۔ یہ کمرہ ہفتہ بھر مقفل رہتا ہے صرف جمعہ کے دن کھلتا ہے استاد محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی معیت میں ہم جب یہاں حاضر ہوئے تو کمرہ بند تھا۔ البتہ جمعہ کے دن

مجھے اندر جانا ہوا۔ دروازے میں داخل ہوتے ہی یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

"مقام الامام وکیع مقری الامام الشافعی

جددہ توفیق صبح الطحاوی — ۹۵ ۱۳ھ"

دروازہ سے داخل ہو کر صرف ایک ہی قبر ہے جو خلاف شرع طریقہ پر بنائی گئی ہے۔ قبر زمین سے دو تین گز کی بلندی پر ہے۔ چاروں اطراف سے سبز چادریں ڈالی گئی ہیں۔ قبر کی دائیں جانب کونے پر ایک کتبہ لگا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔

"ہذا مقام العارف باللہ تعالیٰ الامام وکیع بن الجراح بن مریح ابن عدی ابوسفیان الکوفی الحافظ المتوفی ۱۹۰ھ الموافق ۸۰۵ء مقری الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما"

اس کے نیچے وہی اشعار لکھے گئے ہیں جن میں استاد شاگرد کو قوت حافظہ کے لئے ایک اکسیر نسخہ دے رہے ہیں۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فارشدنی الی ترک المعاصی

واخبرنی بان العلم نور و نور اللہ لا یھدی لعاصی

لیث ابن سعد کے مزار پر حاضری استاد محترم کی معیت میں امام وکیع کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد لیث بن سعد کے مزار پر جانے کی خواہش تھی۔ حضرت لیث بن سعد کا مزار بھی دور نہیں بلکہ امام شافعی کے اسی محلے میں واقع ہے۔ حضرت لیث بن سعد کو بھی بعض حضرات نے ابدال میں شمار کیا ہے بلند درجہ کے مجتہدین میں سے ہیں۔ فقاہت اور اجتہاد میں دوسرے ائمہ سے کم نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ دوسرے ائمہ کی طرح آپ کو شہرت نہیں ملی۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ:۔

"لیث بن سعد امام مالک سے بھی بڑے فقیہہ ہیں البتہ ان کے شاگردوں نے ان کا اہتمام نہیں کیا"

اگر ان کو بھی امام محمدؒ اور قاضی ابو یوسفؒ جیسے شاگرد مل جاتے تو ان کا مذہب بھی آج کسی نہ کسی خطہ پر ضرور باقی رہتا۔ ابھی تو صرف کتابوں کے صفحات تک محدود ہے۔ آپ وقت کے بلند پایہ مجتہد اور عارف باللہ عالم تھے علم و فضل کے علاوہ مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق آپ کی سالانہ آمدنی بیس سے پچیس ہزار دینار تک تھی لیکن سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر آپ پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔ عوام و خواص کے لئے مرجع تھے۔ امراء اور سلاطین بھی آکر ملکی امور میں مشورہ لیتے۔ آپ کی وفات ۱۵ شعبان ۱۷۵ھ کو ہوئی جنازہ میں اس قدر ازدحام رہا کہ کسی دوسرے کی جنازہ میں نہیں دیکھا گیا۔

لیث بن سعد کی قبر کے سامنے آپ کے بیٹے شعیب بن لیث کی قبر ہے چھوٹی سی مسجد ساتھ بنائی گئی ہے ہر دو قبور پر فاتحہ کے بعد ہم مسجد میں گئے اور دو رکعت نماز پڑھ کر واپس ہوگئے۔

محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ ۔ اکوڑہ خٹک

شہادت گاہِ بالاکوٹ

۱۳ر فروری ۸۰ ۱۹ء کو بندہ بالاکوٹ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے مزار پہ حاضر ہوا۔ اس روح پرور اور کیف آگیں فضا میں یہ نظم موزوں ہوئی۔ جو کہ اہلِ ذوق حضرات کی نذر ہے —— فانیؔ

※

اے نسیمِ جاں فزا یادِ صبا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ شہادت گاہِ الفت یہ شہیدوں کی زمیں
یہ فضا کتنی معطر یہ جہاں کیسا حسیں
ذرّہ ذرّہ اس کا اللہ ہمسرِ ماہِ مبیں
اس کی عظمت پہ ہے شاہد گردشِ چرخِ بریں
ہر طرف سے آرہی ہے یہ صدا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ وہ ذرّہ جس کو دیتے ہیں مہ و انجم خراج
لیتی ہے توقیر سے دنیا بھی اس کا نام آج
قوتِ باطل ہے اس کے سامنے روباہ مزاج
اس سے قائم دینِ قیّم امتِ احمدؐ کی لاج
کس قدر وجد آفریں ہے یہ فضا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

اس زمینِ پاک میں خوابیدہ وہ قدسی صفات
جن کے تقویٰ و تقدس پر ہیں شاہد شش جہات
پالیا اخلاص و فا کیشوں نے رازِ کائنات
ان سے ہے وابستگی بس باعثِ فوز و نجات
ہیں یہاں وہ اہلِ دل اہلِ وفا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

وادیٔ کاغاں یہاں کے دشت و دامن کوہسار
کہہ رہے ہیں قصۂ جور و ستم دیوانہ وار
اور زبانِ حال سے گویا ہے دریائے کنہار
اس نے دیکھا ہے یہاں پر ذوقِ ایماں کا خمار

سن بھی لے یہ ماجرائے دلربا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

یہ زمیں تو اہلِ عرفاں سوختہ جانوں کی ہے   شمعِ حق پر مٹ چکے جو ایسے پروانوں کی ہے
گلشنِ توحید و سنّت کے ثنا خوانوں کی ہے   جو رہے دنیا سے غافل ایسے بیگانوں کی ہے

مل رہا ہے یاں پہ منزل کا پتا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

کارواں یہ جس جگہ پہنچا حشر برپا کیا   نورِ حق سے عالمِ ظلمت کو رخشندہ کیا
ہر دلِ حق آشنا میں دردِ دل پیدا کیا   اور حنین و بدر کے اُس عہد کو زندہ کیا

ہیں یہاں وہ حق پرست درد آشنا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

درسِ حریت جہاں ملتا ہے یہ ہے وہ مقام   یہ وہ میخانہ ہے لٹتے تھے جہاں وحدت کے جام
ہیں یہاں آسودہ ایسے دینِ قیّم کے امام   کر رہا ہے آسماں بھی جن کی سطوت کو سلام

ہے مقام صبر و تسلیم و رضا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

ہے یہ خطّہ کس قدر عہد آفریں "تاریخ ساز"   تذکرہ اس کا ہے کتنا دل کشا و دلنواز
یہ وہ خطّہ جس پہ ہے اب ملّتِ بیضا کو ناز   آسماں بھی جھک کے کرتا ہے یہاں راز و نیاز

یہ فضا ہے مہبطِ نورِ خدا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

ان کی عظمت واہ فانیؔ مرتبہ ان کا بلند   فخر ان اسلاف پر کرتے ہیں اہلِ دیوبند
حق کے رستے میں کٹا ان ہستیوں کا بند بند   پھر بھی ان کو گالیاں دیتے ہیں چند بدعت پسند

رحمتِ حق ان پہ ہو صبح و مسا آہستہ چل
یہ شہیدوں کی زمیں ہے ہاں ذرا آہستہ چل

محکمہ مواصلات و تعمیرات صوبہ سرحد

ٹنڈر نوٹس

محکمہ مواصلات و تعمیرات صوبہ سرحد کے منظور شدہ ٹھیکیداروں سے مندرجہ ذیل کاموں کے لئے ٹنڈر مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	کام کا نام	تخمینہ لاگت	زر ضمانت	میعاد کی تکمیل	ٹنڈر کھولنے کی تاریخ
۱۔	کنسٹرکشن آف ڈرین جھگڑا روڈ میل ۱/۱	83000/=	1660/=	ایک ماہ	15-2-87
۲۔	چمکنی کراسنگ کے نزدیک رانو گڑھی روڈ پڈھنی اکبر پورہ سڑک کی ریسیر فیسنگ	60000/=	1200/=	دو ماہ	15-2-87
۳۔	جوئی شیخ میل ۱/۱۔ نقصان زدہ سڑک کی مرمت۔	40000/=	800/=	ایک ماہ	15-2-87

درخواستیں برائے حصول ٹنڈر فارم مندرجہ ذیل کوائف کے ساتھ مورخہ 14/2/87 کو دن کے 2.00 بجے تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ بحیثیت ٹھیکیدار محکمہ میں درج شدہ نام ۲۔ رجسٹریشن فیس کی رسید کی فوٹو سٹیٹ

۳۔ موجودہ کاموں کی فہرست جس میں

۱۔ کام کا نام ۲۔ لاگت ۳۔ تکمیل کی میعاد ۴۔ کام شروع کرنے کی تاریخ ۵۔ کام کی تکمیل کی میعاد

۶۔ موجودہ کاموں کی فہرست جس میں تخمینے کے متعلق اندراج ہو۔

۴۔ مندرجہ بالا کاموں کے لئے ٹنڈر فارم مستحق ٹھیکیداروں کو مورخہ 15/2/87 کو دن کے 8.00 بجے سے 12.00 بجے تک جاری کئے جائیں گے۔ اور 1.00 بجے وصول کئے جائیں گے 1.30 بجے کھولے جائیں گے۔

۵۔ زر ضمانت بصورت کال ڈیپازٹ بحق ایکسین ہائی وے ڈویژن پشاور ٹنڈر فارم کے ساتھ منسلک ہونا چاہئے نقد رقم بطور ضمانت قابل قبول ہوگی۔

۶۔ مشروط نامکمل یا بذریعہ تار کے ذریعے ٹنڈر قابل قبول نہیں ہوں گے۔

۷۔ افسر مجاز کو حق حاصل ہے کہ بلا اظہار وجوہ کسی یا تمام ٹنڈروں کو مسترد کردے۔

۸۔ مزید معلومات دفتر ہذا سے کسی بھی یوم کار دفتر اوقات میں حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

ایکسن ہائی وے ڈویژن

پشاور۔ فون 76063

INF (P) 436

افکار و تاثرات

* پارلیمنٹ میں فتنۂ قادیانیت کا تعاقب
* الحق کے مضامین مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہیں
* عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مخلصانہ اپیل
* تہافت المغرب
* علامہ سمعانی سے ملاقات

پارلیمنٹ میں فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

ہفت روزہ تکبیر کراچی کی تازہ اشاعت ۱۹ر فروری ۱۹۸۷ء میں گوشوارہ کے عنوان کے تحت جناب ابن الحسن نے سینٹ میں مولانا سمیع الحق جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء اسلام کے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے متعلق ایک ریمارکس کو غلط سمجھ کر چند مفروضے قائم کر کے اصل حقیقت پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور پارلیمنٹ میں علماء حق کی حق پسندی اور اظہار حق کو بھی تعصب قرار دے کر ایمان و کردار کی کمزوری تک بات بڑھا دی ہے ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

حیرت ہے کہ تکبیر جیسے سنجیدہ اور محتاط پرچے کے لکھنے والے بھی بعض اوقات جان بوجھ کر یا واقعۃً ناسمجھی سے حقیقت کو خرافات میں کھو دیتے ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ سینٹ میں جناب کوثر نیازی کی تحریک التواء کے جواب میں جب ایک وزیر باتدبیر نے سرکار نامدار کی صفائی میں لب کشائی فرمائی تو اس موقع پر سینیٹر مولانا سمیع الحق نے ارکان پارلیمنٹ پر اصل حقیقت واشگاف کردی۔ کہ ٹری اسٹ (اٹلی) میں واقع سائنسی انسٹی ٹیوٹ میں مشہور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے جو بی بی سی لندن کو انٹرویو دیتے ہوئے پاکستانی طلبہ کی قلت، عدم رجحان اور لاپرواہی کی شکایت کی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ نہیں کہ پاکستانی قواعد وضوابط اس کے لئے رکاوٹ بنے ہوتے ہیں یا طلبہ میں فنی اور سائنسی تعلیم کا رجحان کم پایا جاتا ہے۔ بلکہ دراصل واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ اس کے پس منظر میں ڈاکٹر عبدالسلام کی اصل تحریک اور مشن کی تکمیل کو نقصان پہنچا ہے۔ چونکہ ٹری اسٹ کے سائنسی انسٹی ٹیوٹ تک رسائی اور داخلہ سے فائنز المرامی تک سارے مراحل، ڈاکٹر صاحب موصوف اور اسی گروہ سے تعلق رکھنے والے دوسری برگزیدہ شخصیتوں کی ممنونیت، احسان مندی، شرائط کی جکڑبندی، مخصوص ذہنی تربیت، اور ایک مخصوص گروہ کے مفادات کے تحفظ کے معاہدوں اور مضبوط ضمانتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ جو اہل ایمان اور غیرت مند مسلمان کے ایمان و کردار اور توحید و رسالت سے غداری کے مترادف ہے۔ جناب مولانا سمیع الحق صاحب نے پارلیمنٹ میں یہی کہا تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام اور اس کے بیٹی روسہ ظفر اللہ اس راہ سے اب تک کتنے اہل ایمان اور نوجوان طلبہ کی حمیت اسلامی کا جھٹکا کر چکے ہیں۔ انہیں ہدایت اور صراط مستقیم سے بھٹکا کر جہنم کے گڑھوں میں

اوندھے منہ دھکیل چکے ہیں۔

مولانا سمیع الحق نے ارکانِ پارلیمنٹ پر واضح کیا کہ پاکستانی طلبہ میں سائنسی تعلیم کا رجحان اور اس فن میں کمالات کے حصول کا جذبہ بدرجۂ اتم موجود ہے اور الحمدللہ کہ وہ سائنسی علوم میں مہارت کی وجہ سے دنیا میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے ہیں مگر یہاں کے غیور مسلمان ایک معروف قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے ذریعہ اپنے بچوں کا جھٹکا نہیں کرانا چاہتے اور یہ ساری باتیں سینیٹ کے ریکارڈ پر موجود ہیں۔ مگر ابن الحسن صاحب نے سیاق و سباق سے ہٹ کر صرف یہی لکھا کہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ وہ چونکہ قادیانی ہے اس لئے تحریک مسترد کر دیں ؎

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات ان کو بڑی ناگوار گذری ہے

ابن الحسن صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں عبدالسلام قادیانی کی کوششوں کا پاکستان کے سائنسدانوں کی ترقی و کمال میں بڑا دخل قرار دیا ہے ہمیں حیرت ہے کہ انہیں اصل واقعاتی حقائق کی پردہ پوشی کی کیوں کر جرأت ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور اس کے آقا و مرشد سر ظفر اللہ کے ہاتھوں پاکستان کے اہم تنصیبات سیاسی ساکھ، قومی سالمیت، ملی یکجہتی اور ایمانی سلامتی کو جو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے اور پہنچ رہا ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے ناسور اور عجمی اسرائیل (قادیانی نبوت) کی جس طرح یہ لوگ حمایت و سرپرستی اور بین الاقوامی سطح پر اس کے تحفظ اور مشن کا تکمیلی کردار ادا کر رہے ہیں اس سے اغماض و چشم پوشی ایک بہت بڑا قومی جرم اور ملی المیہ ہے۔ اس سلسلہ کے مستند اور ناقابلِ تردید اور مضبوط شواہد اور قطعی واقعات کی روئیداد و تفصیل مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک کی اشاعت "قادیان سے اسرائیل تک" میں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب مولانا سمیع الحق کی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کے متعلق پارلیمنٹ میں تازہ ترین گفتگو (جس پر ہفت روزہ تکبیر کے کالم نویس جناب ابن الحسن برافروختہ ہیں) ان کے گذشتہ سال کے اظہارِ حق اور پارلیمنٹ میں اعلاء کلمۃ الحق کا ایک لاحقہ اور تتمہ ہے جب لندن میں ڈاکٹر عبدالسلام کے مذہبی پیشوا مرزا طاہر نے اپنے آقایانِ ولی نعمت کی خوشنودی کے لئے پیشین گوئی کی تھی کہ:۔

"اب پاکستان توڑ دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اور یہ ملک صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گا"

تو مولانا سمیع الحق نے پارلیمنٹ میں مرزا صاحب کی اس تقریر کی کیسٹ سنانے اور ملکی و قومی مجرموں کو بے نقاب کر کے قرار واقعی سزا دے کر عدل و انصاف قائم کرنے کا مطالبہ کیا تھا جبکہ اس وقت کے وزیر قانون بھی اب کے وزیر باتدبیر کی طرح وکیل صفائی بن گئے تھے۔ جناب ابن الحسن کے دو صفحات کے مفصل مضمون میں زورِ تحریر اور

پیمانہ انداز میں جس انتہا پسند تخیل اور بے جا تعصب کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے
دانشوروں کے طرز فکر اور زاویہ نظر میں کس قدر تنگیاں اور کتنی وسعتیں ہیں اور کن کے لئے ؟

(عبدالقیوم حقانی۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

الحق کے مضامین مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہیں!

بلاشبہ کذب بیانی و آمیزش مبالغہ عرض ہے کہ الحق کے مندرجات، گراں قدر مقالات، بلند پایہ مضامین، دھلی دھلائی نگارش، مرغوب خاطر اور غذائے روحانی ہے۔ پھر یہی نہیں کہ میں اک اک سطر سے استفادہ کرتا ہوں۔ مستفیدین کا ایک غول ہے جن میں یہ صحیفہ یکے بعد دیگرے گھومتا ہے۔ اور کبھی کسی ظالم کو اتنا پسند ہوتا ہے کہ وہ اس کے سرقہ کو بھی جائز سمجھتا ہے۔ میں بھی مجبوراً فاقطعوا ایدیہما کے حکم پر عمل نہیں کرتا۔

ایک بار مجاہد اعظم مولانا عبیداللہ سندھی المغفور ہمارے ہی غریب خانہ پر اس شان سے وارد ہوئے کہ گریبان چاک، سر اقدس کلاہ فضیلت سے بے نیاز، اور قدم سیاست کی پرخار وادی کو خون سے لالہ زار بنانے کے لئے برہنہ، میری والدہ مرحومہ نے والد مرحوم حضرت علامہ کشمیریؒ سے مجذوب سندھی کی بلند پایہ کلمات میں تعریف سنی تھی۔ جب اندرون خانہ اس حال زار کی اطلاع پائی تو فوراً بازار سے سندھی مرحوم کے لئے قیمتی جوتا مہیا کرایا۔ مولانا مرحوم ہمارے ہاں سے اٹھ کر قریبی مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو کسی ستمگر نے یہ نیا جوتا صاف کر دیا اور لطف یہ کہ مرحوم کے سامنے ہی جب برہنہ پا پھر ہمارے یہاں تشریف فرما ہوئے تو باادب استفسار کیا گیا کہ حضرت جوتا؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ بھائی ایک صاحب نے اٹھالیا۔ کیا آپ کے سامنے؟ جی ہاں! غالباً وہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند تھا۔

میں بھی الحق کے سارقین کے بارے میں یہی سوچ لیتا ہوں۔ پاکستان سے بے پناہ جرائد و رسائل نکل رہے ہیں۔ بلکہ سنا ہے کہ "میرپور" کشمیر سے کوئی رسالہ بیادگار والد مرحوم بھی، مگر مجھ کندہ ناتراش کو کون یاد رکھتا ہے آپ کے شمارہ سے حضرت المحترم سید الافاضل حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم کی مجلس میں ماہ بماہ روحانی حاضری کی سعادت نصیب ہو جاتی ہے۔ تو کیا آپ اس سعادت سے مجھے محروم کریں گے؟ حضرت اقدس سے نیا زمندانہ سلام عرض کر دیجئے۔ اور اگر بار خاطر نہ ہو تو پورے حلقۂ احباب سے، خدا کرے کہ مزاج سامی بعافیت ہوں۔

انظر شاہ ابن انور شاہ کشمیری (دیوبند)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مخلصانہ اپیل

قادیانیوں نے "قادیان" کے بعد "ربوہ" میں اپنے قتل اور دہشت گری کو جاری رکھتے ہوئے بیرون ربوہ "چیچا وطنی" کے نوجوان مسلمان غلام رسول کو شہید کیا۔ خضدار میں بُشریٰ نامی مسلمان لڑکی کو شہید کیا۔ مولانا حبیب اللہ آف لاڑکانہ۔ ہڑپہ کے چوہدری

نعمت علی کو شہید کیا۔ ساہیوال میں بشیر احمد و اظہر رفیق کو شہید کیا۔ صبح کی نماز پڑھتے ہوئے رمضان المبارک میں مسجد منزل گاہ سکھر پر بم مارا۔ دو مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔ مولانا محمد اسلم قریشی کو اغوا اور قتل کیا۔

مرزائی اس قسم کی بے شمار دہشت گردیوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان غنڈہ گردیوں کے باوجود خود کو عالمی اداروں کے سامنے مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ جیساکہ حال ہی میں پاکستان کا دورہ کرنے والے "انٹرنیشنل جیورسٹس" کے سامنے بھی اسی دھوکہ دہی سے کام لیا۔

ان کی دہشت گردی اور وارداتوں کے بہت سے واقعات آپ کو ذاتی طور پر اخبارات و رسائل کے ذریعہ یا قرب و جوار میں پیش آنے کی بنا پر معلوم ہوں گے۔

"عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت" ایسے المناک واقعات پر مشتمل ایک یادداشت مرتب کرنا چاہتی ہے۔ آپ اس اس سلسلہ میں اپنی ذاتی معلومات، اخبارات و رسائل کے کٹنگ، دوست و احباب سے سنے ہوئے واقعات تحریری طور پر بھیج کر اس ملی خدمت میں تعاون فرمائیں۔　　(مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

علامہ سمعانی سے ملاقات ماہنامہ الحق میں مولانا عبدالقیوم حقانی کی تحریر "علامہ سمعانی سے ملاقات" ایک نہایت ہی مفید اور حسین سلسلہ ہے۔ علامہ ابو سعید عبدالکریم بن محمد السمعانی کی کتاب "الانساب" کا قلمی نسخہ جو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ اپنے موضوع کی جدت اور اہمیت کے پیش نظر اس لائق ہے کہ اسے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ جس میں موچیوں، کسانوں، چرواہوں، دست کاروں صنعت کاروں، تاجروں، کاریگروں، پارچہ بافوں، پارچہ فروشوں، درزیوں، دھوبیوں، روغن سازوں اور روغن فروشوں، قصابوں، حلوائیوں، آٹا پیسنے والوں، صابون سازوں اور صابون فروشوں، صیقل گروں، شیشہ گروں، لوہاروں، بڑھئیوں، لکڑہاروں، شکاریوں اور مزدوروں، الغرض معاشرے کے مختلف پیشوں سے منسلک اور مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے مشاہیر علماء، فقہا، محدثین، مفسرین، معلمین اور ائمہ اسلام کے عجیب انقلاب انگیز اور انقلاب آفرین تعارفی حالات ۱۰۰۶ قلمی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جہاں مذکورہ بالا طبقات سے متعلق مشاہیر اسلام کو متعارف کرانے کا سہرا علامہ سمعانی کے سر ہے۔ وہاں علامہ سمعانی اور ان کی قلمی تحریر "الانساب" کو اردو میں متعارف کرانے کا سہرا فاضل اجل مولانا عبدالقیوم حقانی فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سر بندھتا ہے۔ علامہ سمعانی کا حقیقت بیان قلم ہے اور اس پر مستزاد مولانا عبدالقیوم حقانی کے طرز بیان، اللہ اللہ! ایسا نقشہ کھینچتے ہیں جیسے قاری خود علامہ سمعانی کی اس بوقلموں محفل علم میں حاضر ہے اور علامہ ہر پیشہ سے تعلق رکھنے والے علماء کا تعارف قاری سے کرا رہے ہیں۔

یہ ایک عجیب اثر آفریں تذکرہ ہے۔ اور اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ قرون

اولیائے کرام، علماء و محدثین خواہ کسی بھی عہدہ اور پیشہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ کوئی قاضی ہو، مفتی ہو، روغن ساز ہو، صابون ساز ہو، تاجر یا مزدور ہو تدریس اور معلمی کا کام نہ کرتا ہو، اس زمانہ میں یہ بات ناقابل فہم تھی۔

ایک آج کا دور ہے کہ موچی، نائی، قصاب، دھوبی، درزی، روغن ساز یعنی تیلی، لوہار، بڑھئی مزدوری اور دکانداری کا پیشہ ہنود کے زیر اثر رہنے کی وجہ سے اس قدر ہیچ سمجھا جاتا ہے کہ وہ علوم نبوت حاصل کرنے کا اہل ہی نہیں سمجھا جاتا اور خود ان پیشوں سے تعلق رکھنے والے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ علم دین حاصل کرنا ان کا کام نہیں ہے ان کا کام تو یہی پیسے (دولت) کمانا ہے۔ یہ تو بس علماء و فضلاء کے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پیشے اسی جہالت کی وجہ سے ہیچ اور حقیر ہو گئے۔ اگر یہ پیشہ ور اپنے پیشوں کے ساتھ ساتھ خود علم حاصل کرتے اور علم کی اشاعت بھی کرتے دوسروں کو بھی علم بانٹتے تو علم کی برکت سے کبھی ہیچ اور حقیر و ذلیل نہ گردانے جاتے۔

اسلام میں شہید کے لہو کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن علم کی اہمیت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ شہیدوں کے لہو سے قومیں بنتی ہیں ع

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

لیکن علم شہیدوں کو بناتا ہے علم شہید پرور ہے۔ تو کیا علم ان پیشوں سے تعلق رکھنے والوں کو معزز نہیں بنا سکتا، بقول اقبال ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آج اس بات کا رونا ہے کہ پاکستان میں خواندگی کی شرح بہت کم ہے۔ میرے نزدیک اس کا ایک ہی حل ہے کہ ماضی کی طرح ہر پیشے سے تعلق رکھنے والے علم کے حصول اور علم کی اشاعت کو اپنا فریضہ سمجھیں بلکہ پیشہ بنا لیں۔ صدر مملکت سے لے کر ایک ادنیٰ چپڑاسی (اگر وہ پڑھا لکھا ہے) تک اپنے ناخواندہ متعلقین کو روزانہ ۵ منٹ بھی پڑھائیں تو خواندگی کا گراف کہیں سے کہیں پہنچ سکتا ہے۔ میرے خیال میں علامہ سمعانی کی کتاب "الانساب" کی وسیع پیمانے پر اشاعت و ترویج بھی اس مسئلے کا ایک حل ہے۔ اخبارات و رسائل اور ریڈیو ٹی وی کے ذریعے اس کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جائے۔ تاکہ ہمارے عوام میں حصول علم کا جذبہ موجزن ہو۔ حصول علم کسی ایک خاندان کی میراث نہیں ہے۔ یہ سب مسلمانوں کی مشترکہ میراث ہے۔ اس میں سب کا حصہ ہے یہ الگ بات ہے کہ

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

آج کل کے تاجر، صنعت کار اور مالدار زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں کہ چندہ کر کے ایک مدرسہ کھول

دیتے ہیں لیکن نہ تو خود علم حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور نہ اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیجتے ہیں انہیں سکولوں کالجوں بلکہ کیڈٹ کالج وغیرہ بھیجتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں رائج اس دہرے تہرے نظام تعلیم سے بھی تعلیم کی اشاعت بڑھی نہیں ہے۔ بلکہ محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ جب تک پاکستان بلکہ تمام اہل اسلام میں بلا لحاظ امیر غریب اور حاکم و محکوم یکساں نظام تعلیم یعنی اسلامی نظام تعلیم رائج نہیں کیا جائے گا خواندگی کی شرح میں اضافہ ناممکن ہے۔

پھر اس تذکرے میں آج کل کے معلمین اور متعلمین کے لئے بھی ایک سبق پنہاں ہے وہ یہ کہ تعلیم و تعلم کے ساتھ ساتھ بجائے دوسروں کے دست نگر بننے کے بقول اقبال ؎

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حصول علم کے سلسلے میں میرے سامنے میرے والد صاحب سید عبدالواحد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی مثال ہے آپ نے ۸۵ سال عمر پائی۔ اسلامیات پر کتب پڑھنے کا شوق تو آپ کو شروع ہی سے تھا لیکن آخری عمر میں آپ کو قرآن شریف حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ بار بار ایک ہی آیت کو دہراتے بلکہ ایک ایک لفظ کو بار بار دہراتے۔ وفات سے کچھ عرصہ پہلے عربی سیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ کاغذ قلم ہاتھ میں اور عبدالرحمن طاہر سورتی کی کتابیں "پیارے نبی کی پیاری زبان" نظر کے سامنے۔ الفاظ کے معنی اور گردانیں کاپیوں کی کاپیاں لکھ لکھ کر آپ نے سیاہ کر ڈالیں۔ غالباً آپ کے پیش نظر یہ حدیث تھی کہ :-

" جو علم کے حصول کے لئے نکلا اور اسے موت آگئی وہ شہید ہے" پچھلے دنوں انتقال کر گئے آپ علم کی راہ کے شہید تھے ۔ قارئین سے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔

پروفیسر حافظ خالد محمود ترمذی ٹانک

تہافت المغرب | امام غزالی کی تہافۃ الفلاسفہ کی طرز پر مغربی افکار و نظریات، مغربی تہذیب معاشرت مغربی تمدن، مغربی قوانین و اجتماع پر اسلامی نقطہ نظر سے تنقید و تعاقب اور اس کے مقابلہ میں اسلام کے انفرادی و اجتماعی نظام کی جامعیت اور فضل و تفوق۔

ڈاکٹر عبدالرحمن نجم ماہر نفسیات کی تازہ ترین تالیف ۲۱۶ صفحات پر مشتمل کتاب تہافت المغرب درج ذیل پتہ پر مفت طلب کی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن نجم ۔ ۲۲ ۔ افتخار جنجوعہ کالونی ۔ کھاریاں چھاؤنی ۔

اعلان گمشدہ | میرا بچہ خان بادشاہ عرصہ دراز سے لاپتہ ہے جس صاحب کو بھی اس کے سلسلہ میں معلومات ہوں از راہ کرم درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ اصل بادشاہ ۔ موضع تجوڑی تحصیل لکی مروت

حافظ محمد ابراہیم فانی

فتاویٰ عالمگیریہ مترجم
عربی متن مع اردو ترجمہ

مترجم ومؤلف: مولانا ابو السعید محمد صادق مدظلہ — چودہ حصص قیمت ۴۰۶ روپے
ناشر: ناظم نشر واشاعت مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ، اعوان ٹاؤن، گرجا روڈ جی پی او۔ راولپنڈی۔

فقہائے احناف کی عظیم فقہی وآئینی تحقیقات کا ذخیرہ مختلف ضخیم اور نادر مجموعوں میں پھیلا پڑا تھا۔ علمی حلقوں میں سنجیدگی سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ ان تحقیقات کے مجموعوں میں سے جمہور اور مفتیٰ بہ احکام منتخب کر کے یک جا جمع کئے جائیں مگر یہ کام انتہائی کٹھن تھا۔ چنانچہ عالمگیر کے دور میں سنجیدگی سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ احناف کی تحقیقات کی روشنی میں اسلام کے طے شدہ تفصیلی احکام وقوانین پر مشتمل ایک ایسا مستند مجموعہ انتخاب کر کے مدون کیا جائے جس کی بدولت ایک طرف یہاں نام نہاد دینِ الٰہی جیسی بدعات کا سدباب ہو۔ اور دوسری طرف یہاں کے مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی امور سے متعلق اسلام کے مفتیٰ بہ تفصیلی احکام اس ایک مجموعہ کی بدولت بسہولت فراہم ہو سکیں اور بوقتِ ضرورت متفرق مجموعوں کا احتیاج نہ رہے۔ نیز وہ مجموعہ عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی کسی اسلامی ریاست میں اسلام کے معتمد تفصیلی احکام کے ماخذ کی حیثیت سے استعمال ہو سکے۔

چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر نے ۱۰۷۳ھ میں مذکورہ مجموعہ فتاویٰ کی تیاری کے اہتمام کے لئے شاہی فرمان جاری کیا۔ غزنی وبخارا سے لے کر اراکان تک اور کشمیر سے لے کر کرناٹک تک مملکت کے اکیس صوبوں میں سے اس دور کے نامور اہل علم دارالحکومت دہلی میں جمع ہوئے۔ جن کی تعداد پانچ سو تک بتائی گئی ہے۔ انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین کا کام شروع کیا۔ اور مولانا نظام الدین برہانپوری اس کی تدوین کے سربراہ تھے۔ بعد ازاں شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ نے اس پر نظر ثانی کی۔ اس کی تدوین وتالیف اور ترتیب وپڑتال پر کام ۱۰۷۳ھ مطابق ۱۶۶۳ء شروع ہوا تھا اور ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۱ء تک جاری رہا۔ مولانا برہانپوری نے مختلف موضوعات کے لئے پانچ سو علماء میں سے ماہرین کی ذیلی کمیٹیاں بھی بنائی تھیں اور خود عالمگیر بھی ظہر اور عصر کے درمیان اس کے مسودوں پر نظر ڈالتے۔

مذکورہ طریق کار سے اس مجموعہ فتاوی کی تدوین ہوا سینکڑوں علمائے ربانی نے مسلسل آٹھ سالہ محنت شاقہ کی۔ اور ان کے وظائف اور تدوین کی دیگر ضروریات پر دو لاکھ یعنی موجودہ تقریباً بیس کروڑ مصارف آئے تب جاکر اکسٹھ بحثوں پر مشتمل تقریباً ایک ہزار سات سو اڑسٹھ عنوانات پر حاوی نصف لاکھ سے زائد احکام اور ایک لاکھ سے زائد سطور پر مشتمل عالم اسلام کے جمہور یعنی احناف کی تحقیقات کا ایسا مجموعہ تیار ہوا جو زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی اور سبھی احناف کے ہاں معتمد اور مستند ہے۔ فارسی زبان اور اردو میں اس کے تراجم بھی ہوئے بعض ناقص اور بعض غیر واضح۔

نیز جملہ تراجم عربی متن سے معریٰ تھے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس عظیم علمی شاہکار کو خوب سے خوب تر کیا جائے چنانچہ مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیری نے اس کی افادیت عام کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ جس کی اہم خصوصیات یہ ہیں۔ یہ ترجمہ عربی متن کا حامل ہے۔ متن حوالہ اور اردو ترجمہ مع حوالہ آمنے سامنے ہے۔ اس میں سابقہ مندرجہ عنوانات بطور تعارف اور ان میں درج احکام بطور شق قرار دے کر شماریات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ حاشیہ پر ضمنی تائید معلوماتی اور احکام میں باہمی رابطہ پر مشتمل حواشی موجود ہیں۔ چودہ جلدوں میں اب تک جو احکام شائع کئے جا چکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۹ عنوانات میں طہارت کی مکمل بحث۔ ۳۲ عنوانات پر مشتمل نماز کے احکام۔ ۴۴ عنادین میں زکوۃ کے مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ روزہ کے متعلق ۱۲ عنوانات۔ حج کے بارے میں ۴۳ عنوانات۔ ۱۳ عنوانات میں عقائد کے متعلق مرتدین کے احکام۔ ۲۰ عنوانات میں حدود کی مکمل بحث۔ ۱۹ عنوانات قصاص و دیت وغیرہ کے بارے میں ہیں ۱۵ عنوانات ذکر مسجد وغیرہ کے متعلق ہیں۔ اور ۲۰ عنوانات نکاح سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابتداء میں تعارف کے طور پر ۹۶ صفحات پر مشتمل ایک مستقل رسالہ بعنوان علمی شاہکار شائع کیا گیا ہے۔ جس میں فتاوی عالمگیری کی تاریخ اور پس منظر امام ابوحنیفہ اور اس کے اساتذہ و تلامذہ کا مختصر تعارف۔ فتاوی عالمگیری کی تدوین میں شریک چند علماء کبار کے حالات زندگی۔ اور اس کے ساتھ موجودہ ترجمہ کے خصائص اور مجلس منتظمہ کے ناظم اعلیٰ مولانا ابوالسعید محمد صادق صاحب کے سوانحی خاکہ نے اس میں کافی نکھار پیدا کیا ہے۔

اس پس منظر میں اگر بغور دیکھا جائے تو مجلس منتظمہ اشاعت فتاوی عالمگیری نے وقت کی اہم ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ تمام عالم اسلام عموماً اور جمہور احناف بالخصوص ان کے شکر گذار رہیں گے جس حسن ترتیب سلیقہ اور عرق ریزی سے فتاوی عالمگیری پر کام مجلس کی جانب سے جاری ہے اگر یہ اسی انداز سے جاری رہا تو ہر طبقہ خواہ وہ علماء ہوں یا وکلاء، ارباب علم و دانش ہوں یا اصحاب فکر و نظر، ان سب حضرات کی جانب سے مجلس کی مکمل پذیرائی ہوگی۔
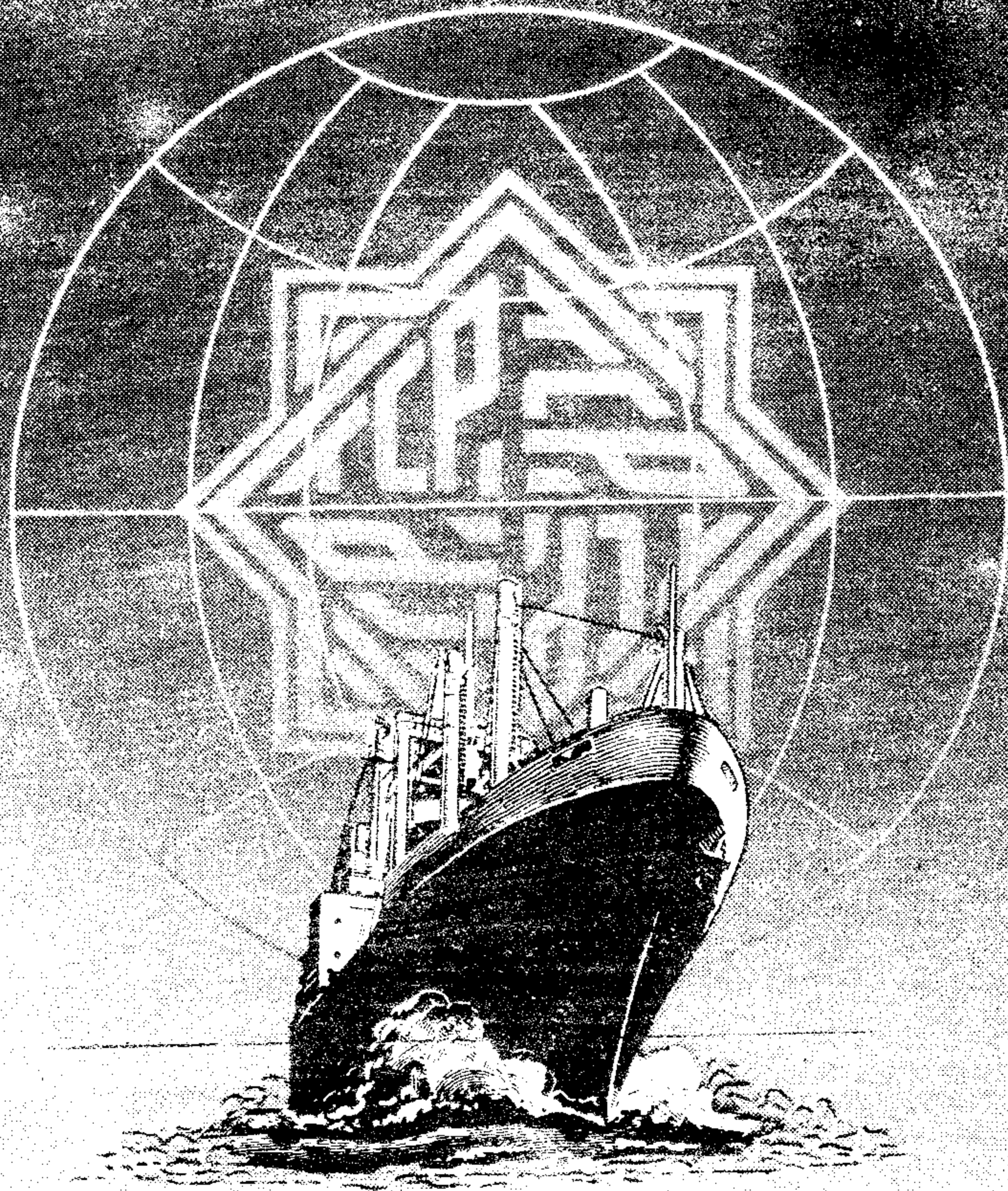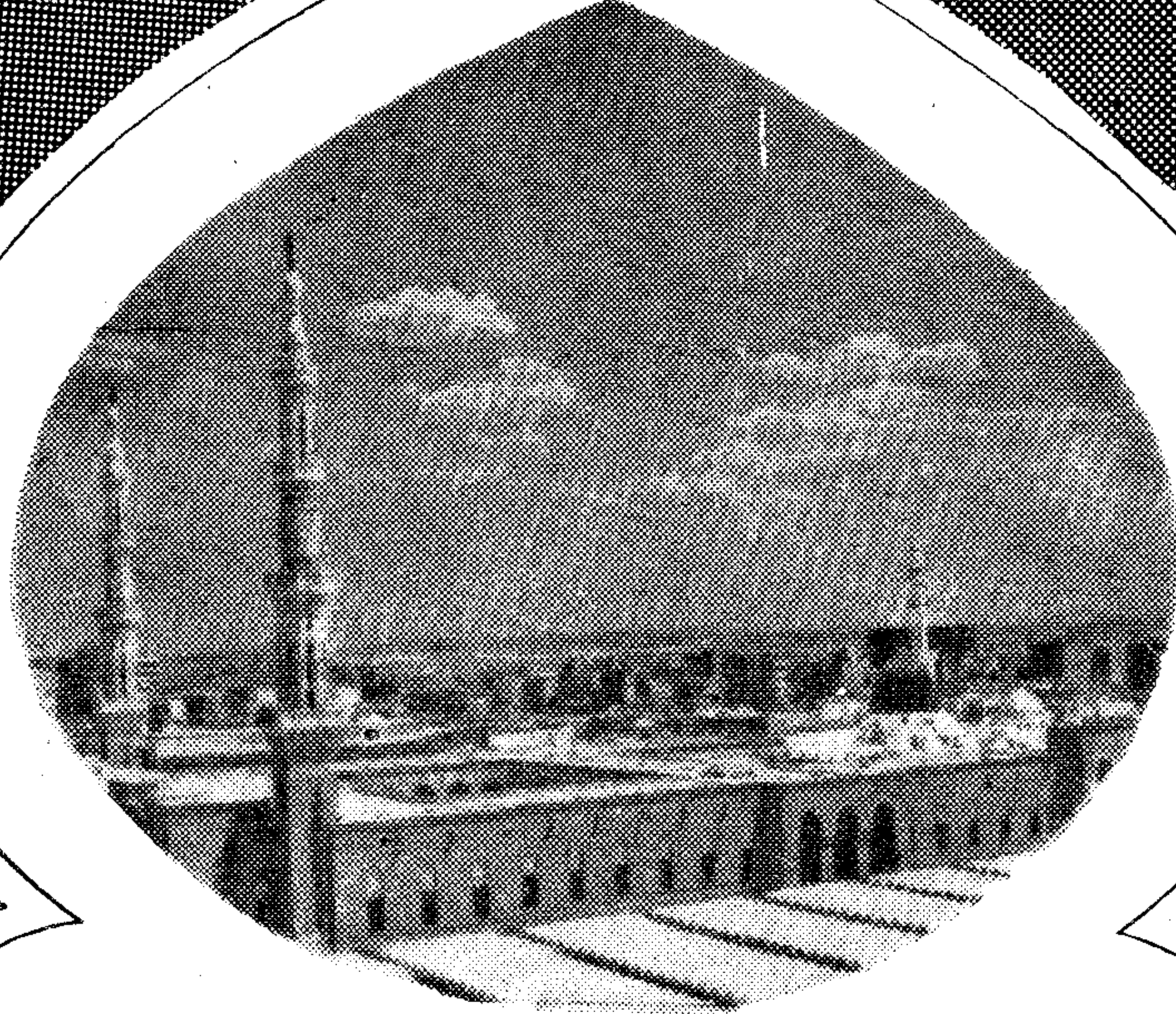
اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مزدور کو
کاش ہر آجر کے ہو پیشِ نظر قولِ رسولؐ
حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو
PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED
TELEGRAMS: PAKTOBAC AKORA KHATTAK
TELEPHONES: NOWSHERA 498 & 599

C.C. PAKISTAN I.&E.

حکومت پاکستان

دفتر چیف کنٹرولر آف امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

اسلام آباد ۲۲ فروری ۱۹۸۷ء

ایکسپورٹ ٹریڈ کنٹرول

پبلک نوٹس

عنوان : نسل کشی کے جانوروں کی برآمد

نمبر ۲ (۸۷) ایکسپورٹ ۔ ۱ ۔ نسل کشی کے جانوروں کی برآمد کیلئے ایسے برآمد کنندگان جو درخواست دینے کے دن سال ۱۹۸۷ء کیلئے باضابطہ تجدید شدہ زیر عمل ایکسپورٹ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حامل ہوں سے درخواستیں مطلوب ہیں کم ازکم مقرر کردہ برآمد قیمت ایف ۔ او ۔ بی فی راس ہر ایک کے آگے درج کی گئی ہے ۔

نمبر شمار	جانوروں کی تفصیل	مقرر کردہ کم ازکم برآمدی قیمت ایف او بی فی راس
۱	نسل کشی کی بھینسیں	-/۱۰۰۰ یو ۔ ایس ڈالر
۲	نسل کشی کی گائیں	-/۱۰۰۰ یو ۔ ایس ڈالر
۳	نسل کشی کے اونٹ	-/۳۰۰۰ یو ۔ ایس ڈالر

(معہ ایکسپورٹ ڈیوٹی -/۲۵۰ روپے)

۲۔ درخواست کردہ جانوروں کی کل تعداد برآمد کیلئے دستیاب جانوروں کی تعداد سے بڑھ جانے کی صورت میں محکمہ کو اختیار ہے کہ وہ جسطرح مناسب خیال کرے درخواستوں کو نمٹا دے ۔

۳۔ درخواست کے ہمراہ درخواست کردہ ہیڈز کی تعداد کی کل ایف ۔ او ۔ بی مالیت کے چھ فیصد کے مساوی بنک پے آرڈر بطور ضمانت آنا ضروری ہے ۔ اگر درخواست کے غور وخوض پر کسی مخصوص درخواست گذار کو ایکسپورٹ کوٹہ مقرر نہیں کیا جاتا تو اس کا پے آرڈر واپس کر دیا جائیگا ۔ اگر مقرر کردہ ہیڈز درخواست کردہ تعداد سے کم ہوئے تو صرف تعین کردہ ہیڈز کی تعداد کے تناسب سے رقم وضع کی جائے گی ۔

۴۔ اگر مقررہ ہیڈز کی کل تعداد یا اس کا کوئی حصہ لائیسنس کے اجراء کی تاریخ سے چھ ماہ کے اندر اندر برآمد نہ کی گئی (کوئی توسیع نہیں کی جائیگی) تو برآمد نہ کئے جانے والے ہیڈز کی تعداد کے تناسب سے سیکورٹی ڈیپازٹ بطور ہرجانہ ضبط

۵۔ برآمد کنندہ کو شپمنٹ سے قبل درج ذیل کوارنٹین دفاتر میں سے کسی ایک سے ہیلتھ سرٹیفکیٹ حاصل کرنا ہوگا۔

روانگی کی جگہ	اتھارٹی
اسلام آباد	اینمل ہسبنڈری کمشنر یا انکا نامزد کردہ فرد
لاہور	کوارنٹین آفس اینمل کوارنٹین ڈیپارٹمنٹ
کراچی	پرنسپل سائنٹیفک آفیسر
پشاور	کوارنٹین آفیسر اینمل کوارنٹین ڈیپارٹمنٹ پشاور
کوئٹہ	ڈائریکٹر جنرل اینمل ہسبنڈری لائیوسٹاک ڈیپارٹمنٹ حکومت بلوچستان ۔ کوئٹہ ۔

درج بالا جگہوں کے علاوہ / سیلنگ / کنفرمیشن سرٹیفکیٹ برائے برآمد اینمل ہسبنڈری کمشنر یا ان کا نامزد کردہ شخص جاری کرے گا ۔

۶۔ درخواستیں سربمہر لفافوں میں جن پر " ایکسپورٹ آف .... " (جیسی صورت ہو اس کے مطابق) واضح طور پر تحریر کیا گیا ہو۔ کوئٹہ / کراچی / لاہور / اسلام آباد اور پشاور کے متعلقہ کنٹرولر صاحبان (نام سے مخاطب کر کے) کو زیادہ سے زیادہ ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں ۔ دوسری چیزوں کے علاوہ درخواستیں درج ذیل کوائف کی حامل ہوں گی ۔

۱۔ ایکسپورٹ رجسٹریشن نمبر (تصدیق شدہ یا عکسی نقل منسلک کی جائے ۔)

۲۔ برآمد کیلئے پیشکش کردہ نسل کشی کے جانوروں کی تعداد ۔

۳۔ ٹھیکہ شدہ الیف ۔ او ۔ بی قیمت فی راس ۔

۴۔ ملک جسے جانور برآمد کئے جائیں گے ۔ اور

۵ ۔ منسلک کردہ پے آرڈر کا نمبر اور تاریخ ۔

۷ ۔ متعلقہ دفتر میں ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء کے بعد وصول ہونے والی کوئی درخواست یا ایسی درخواست جس کے ساتھ مجوزہ مالیت کا پے آرڈر منسلک نہیں ہوگا یا مقرر کردہ کم از کم الیف ۔ او ۔ بی قیمت فی ہیڈ سے کم قیمت کی پیشکش زیر غور نہیں آئیں گی ۔

فائل نمبر ۴ (۱) / ۸۶ ۔ ۸۷ / ایکسپورٹ پی وائی ۔

(ایم جلال الدین خان)

ڈپٹی کنٹرولر برائے چیف کنٹرولر آف امپورٹس اینڈ ایکسپورٹس

پی آئی ڈی (اسلام آباد) ۴۲۱۷ / ۱۲

کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
صنم ٹیکس پاپلین
پارل کارڈ
سوٹنگ
دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین کے پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے موزوں۔ حسین کے پارچہ جات شہر کی ہر بڑی دکان پر دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
EAGLE
IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

محکمہ تعمیرات عامہ صوبہ سرحد

نوٹس برائے پیشگی اہلیت ٹھیکیداراں

کلاس اے منظور شدہ سرکاری ٹھیکیداروں اور فرموں سے جنہوں نے اپنا نام محکمہ تعمیرات عامہ صوبہ سرحد کے پاس رجسٹرڈ کرایا ہوا ور جنہوں نے پلوں کے چالیس لاکھ روپے سے زائد تک کے منصوبے مکمل کرلئے ہوں اور اپنی رجسٹریشن کی تجدید برائے سال ۸۷-۱۹۸۶ء کروائی ہو۔ ان سے مندرجہ ذیل منصوبوں کے لئے پیشگی اہلیت کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں ایسی فرمیں جوکہ سی اینڈ ڈبلیو کے ساتھ رجسٹرڈ نہ ہوں۔ انہیں اپنی سالانہ رجسٹریشن فیس برائے پری کوالیفیکیشن محکمہ ہذا کے ساتھ جمع کرانا ہوں گی۔

منصوبہ نمبر	نام منصوبہ	تخمیناً لاگت	مدت تکمیل
۱۔	تعمیر آر سی سی پل شاہین خوازہ خیلہ سڑک پر	4.843	18 ماہ
۲۔	تعمیر آر سی سی پل کلومیٹر نمبر ح کبل شاہ ڈھیری سڑک پر	4.476	24 ماہ

خواہشمند ٹھیکیداران / فرموں کو مندرجہ ذیل اعداد وشمار معیار کو پورا کرنے کے لئے فراہم کرنے ہوں گے۔

الف۔ فرم / ٹھیکیداروں کا پورا نام و مکمل پتہ تار کا پتہ بمعہ ٹیلیفون نمبر

ب۔ (۱) بحیثیت منظور شدہ ٹھیکیدار / فرم موجودہ اندراج

۱۔ محکمہ مواصلات و تعمیرات میں ۲۔ دیگر محکموں / تنظیموں میں

(۲) اپنی رجسٹریشن کی تصدیق شدہ فوٹو سٹیٹ نقل اور سالانہ رجسٹریشن فیس کی رسید برائے سال ۸۷-۱۹۸۶ء

۳۔ متعلقہ محکمہ کے افسر اعلیٰ جہاں اور جن کے تحت آپ نے گذشتہ پانچ برس کے دوران مکمل کئے گئے منصوبوں کی تعمیر کا تجربہ اور انکی لاگت اور مدت تکمیل کے بارے میں تفصیلات افسر مجاز سے تصدیق شدہ پیش کرنی ہوگی — ۴ — فرم کی مالی حالت کا بنک سرٹیفکیٹ — ۵ — ٹھیکیدار / فرم کے ساتھ موجودہ وقت پر باقاعدہ تنخواہ پر کام کرنیوالے اہم اہلکاروں کی لسٹ اور اہلیت — ۶ — مشینری قابل استعمال جوکہ فرم کی اپنی ملکیت ہو اور اس کی تفصیل اور جگہ جہاں معائنہ کیا جاسکے۔

نوٹ۔ ۱۔ ہر کام کے لئے الگ الگ درخواست آنی چاہئے جس پر منصوبے کا نام صاف صاف لکھا ہو جوکہ زیر دستخطی کو ان کے دفتر واقع آمان کوٹ سیدو شریف سوات فون ۴۶۵۰ میں مورخہ 15.2.1987 تک یا اس سے پہلے پہنچ جانی چاہئیں (ii) نامکمل درخواست پر غور نہ ہوگا (iii) اتھارٹی مجاز کو حق حاصل ہے کہ بغیر وجہ بتائے ایک یا سب درخواستوں کو نا منظور کردے۔

انعام اللہ خان

ایگزیکٹو انجینئر ہائی وے ڈویژن سوات

INF (P) 347

محکمہ مواصلات و تعمیرات صوبہ سرحد

محکمہ تعمیرات و شاہرات کے منظور شدہ کلاس اے ٹھیکیداروں سے جنہوں نے سال رواں ۸۷-۱۹۸۶ء کی فیس جمع کی ہو پیشگی اہلیت کی بنیاد پر درخواستیں مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	کام	اندازہ تخمینہ	زر ضمانت	میعاد تکمیل
۱-	کنسٹرکشن آف ڈول کیرج وے۔ نوشہرہ تا مردان بمعہ مردان بائی پاس روڈ سب ہیڈ مردان بائی پاس روڈ بمعہ ایکسٹینشن تا گوجر گڑھی	98,54,000/-	1,97,080/-	24 ماہ

خواہشمند ٹھیکیداروں اور فرموں کو مندرجہ ذیل اعداد و شمار فراہم کرنے ہیں۔

الف - فرم / ٹھیکیدار کا نام و پتہ۔

ب - بحیثیت منظور شدہ ٹھیکیدار / فرم موجودہ اندراج

(ا) محکمہ مواصلات و تعمیرات میں (اا) دیگر محکموں اور تنظیموں میں

ج - گذشتہ پانچ سالوں کے دوران بڑے منصوبوں کی تعمیر کا تجربہ۔ منصوبوں پر لاگت اور تکمیل کی مدت کے بارے میں مکمل تفصیلات۔

د - موجودہ زیر تعمیر کاموں کی تفصیل۔

س - قابل استعمال مشینری جو فرم کی اپنی ملکیت ہو۔ کی فہرست۔

ش - ٹھیکیدار / فرم کے ساتھ موجودہ وقت میں باقاعدہ تنخواہ پر کام کرنے والے اہم اہلکاروں بشمول تجربہ کار انجینئر کے نام و اہلیت۔

ص - کیا ٹھیکیدار / فرم کسی ثالثی تنازعے یا سول مقدمہ میں کسی کے ساتھ ملوث ہے۔

ض - بنک کی طرف سے زیر دستخطی کے نام سربمہر لفافے میں ٹھیکیدار / فرم کی مالی حالت بنک بیلنس سرٹیفکیٹ

درخواستیں زیر دستخطی کو مورخہ ۲-۱۱-۱۹۸۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

غلام محمد

ایگزیکٹو انجینئر ہائی وے ڈویژن مردان   فون نمبر ۲۴۰۱

INF (P) 332
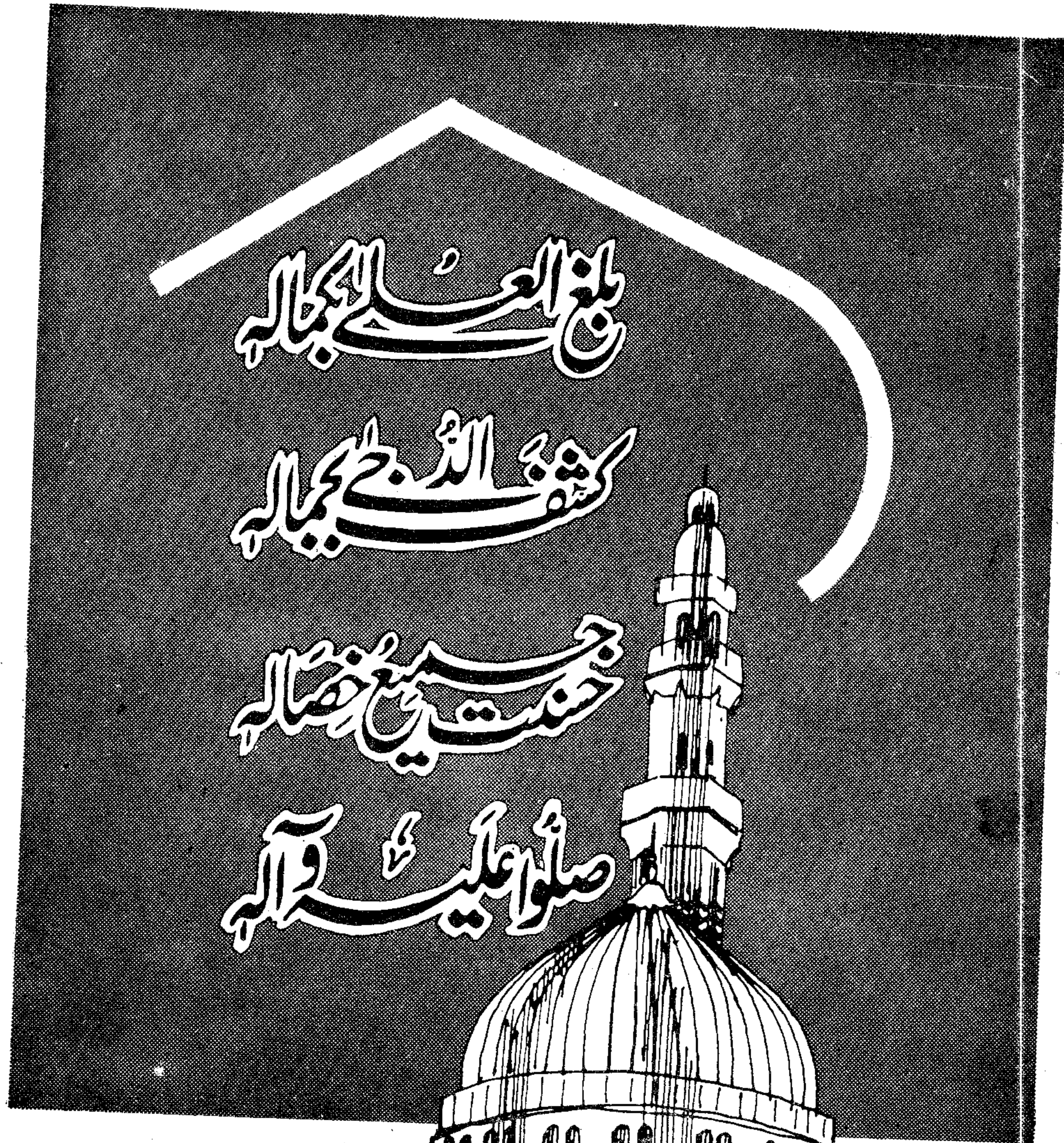
بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ
United Bank Limited
یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ
آپ کی خدمت کے لئے کوشاں
manhattan PAKISTAN UBL. 82-11

معیار کی بلند ترین پرواز
ایم ایف ٹی ایم
کے
فیشن فیبرکس
صبا
شرٹنگ
نایاب
بوسکی
ممتاز
پاپلین
بے مثال
لینن
سوغات
شرٹنگ
شاہکار
لان
محمد فاروق ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
M.F.T.M 4 80
T.T.L.